۱۵/۹ ۷۵۴

اورنگزیب عالمگیر

پر

ایک نظر

مولفہ

شمس العلما مولانا شبلی نعمانی

رحمۃ اللہ علیہ

بصحت تامہ

منشی قربان علی کے شاہجہانی پریس دہلی میں طبع ہوئی

دیگر تصانیف حضرت مولانا شبلی نعمانی رح

سیرۃ النعمان ۔ امام اعظم ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ کی سوانحعمری حصہ اول و دوم مولفہ شمس العلماء حضرت مولانا شبلی نعمانی مرحوم۔ اس کتاب کے پہلے حصہ میں امام ابو حنیفہ کا نام و نسب ولادت و سن رشد تعلیم و تربیت، شیوخ حدیث۔ درس و افتاء، تفقہ، زندگی اور دربار کے تعلقات، وفات، عام اخلاق عادات مناظرات و فتاوی، ذہانت، طباعی۔ اس قسم کے حالات نہایت تفصیل سے مذکور ہیں۔ دوسرے حصہ میں اصول اور مسائل سے جو علم کلام اور فن حدیث سے متعلق ہیں تفصیلی بحث ہی اور واقعات و اسانید کے ساتھ ثابت کیا گیا ہی کہ فن حدیث میں انکا کیا پایہ تھا۔ خاتمہ میں امام صاحب کے نامور اور ممتاز شاگردوں کے مختصر حالات ہیں لکھائی نہایت واضح چھپائی بہت صاف کاغذ سفید اور دبیز۔ **قیمت** ایک روپیہ آٹھ آنے۔ علاوہ محصول ڈاک عہ

المامون ۔ یعنی نامور فرمانروایان اسلام کا پہلا اور دوسرا حصہ مولفہ شمس العلما حضرت مولانا شبلی نعمانی رحمۃ اللہ علیہ۔ اس کتاب کے دو حصے ہیں پہلے حصہ میں تمہید، تربیت، خلافت مامون رشید کی ولادت تعلیم و تربیت، ولیعہدی، تخت نشینی، نامہ جنگیاں، فتوحات ملکی اور وفات کے حالات ہیں۔ دوسرے حصہ میں ان مراتب کی تفصیل درج ہے جن سے اس عہد کے ملکی حالات اور مامون رشید کے تمام اخلاق و عادات کا اندازہ ہو سکتا ہے۔

ان تمام کارناموں کی تفصیل ہے جنکی وجہ سے مامون رشید کا عہد عموماً شاہان اسلام کے عہد سے علمی حیثیت میں ممتاز تسلیم کیا گیا ہے۔ **قیمت** ایک روپیہ آٹھ آنے۔ علاوہ محصولڈاک عہ

الفاروق ۔ مولانا صاحب موصوف الصدر نے برسوں کی جانکاہی اور محنت سے حضرت عمر فاروق رض کے حالات میں یہ ضخیم کتاب لکھی گئی ہے جسکے لئے انہوں نے ممالک عثمانیہ و مصر کا سفر کیا اور بیشمار تاریخوں کی ورق گردانی کے بعد تیار کی۔ قیمت تین روپے

الغزالی ۔ یعنی امام غزالی علیہ الرحمۃ کی سوانحعمری مصنفہ شمس العلما مولانا شبلی نعمانی رح۔ قیمت بلا جلد ایک روپیہ آٹھ آنے۔ علاوہ محصولڈاک عہ

مجموعہ نظم شبلی معہ مختصر سوانحعمری۔ نہایت خوشخط۔ دبیز کاغذ۔ قیمت آٹھ آنے۔ علاوہ محصول

ملنے کا پتہ۔ منشی قربان علی شاہجہانی پریس۔ کٹرہ گوکل شاہ دہلی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اورنگ زیب عالمگیر

سلسلہ تاریخی کا یہ ایک راز ہے کہ جو واقعات جس قدر زیادہ شہرت پکڑتے جاتے ہیں اسی قدر انکی صحت زیادہ مشتبہ ہوتی ہے۔ دیوار قہقہہ۔ چاہ بابل۔ آب حیواں۔ مار ضحاک۔ جام جم سبھی کسی نہ کسی واقعہ نے شہرتِ عام کی سند حاصل کی ہے لیکن کیا ان میں ایک بھی اصلیت سے کچھ علاقہ رکھتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اکثر واقعات کسی خاص وقتی سبب سے شہرت کے منظر پر آجاتے ہیں۔ پھر عام تقلید کے اثر سے جو خاصۂ انسانی ہے شہرتِ عام کی بنا پر لوگ اسپر یقین کرتے چلے جاتے ہیں اور کسی کو تنقید اور تحقیق کا خیال تک نہیں آتا۔ یہاں تک کہ رفتہ رفتہ وہ مسلماتِ عامہ میں داخل ہوجاتے ہیں۔ حضرت عمرؓ کی نسبت کتبخانہ اسکندریہ کے جلانیکا حکم کسی بدنیت عیسائی نے دل سے گھڑ کر منسوب کیا یہ زمانہ وہ تھا کہ صلیبی لڑائیاں جاری تھیں اور عیسائی مسلمانوں سے نفرت دلانے کے لئے طرح طرح کی تدبیر اختیار کرتے تھے اس واقعہ کا کانوں میں پڑنا تھا کہ گویا خدا کا خاص قاصد آکر ایک ایک کے کان میں وحی پھونک گیا۔ بچے جوان بوڑھے، جاہل۔ عالم۔ رذیل۔ شریف۔ نیک۔ بد سب یہی راگ گانے لگے۔ رفتہ رفتہ تقریر، تحریر، ضرب المثل۔ تلمیحات، افسانہ کوئی چیز اس سے خالی نہیں رہی لیکن بالآخر تحقیق کی عدالت نے فیصلہ کیا ع عالم ہمہ افسانۂ ما دارد و ما ہیچ۔ عالمگیر کی بدنامی کا قصہ بھی واقعہ مذکورہ سے کچھ کم نہیں اسکی فرد قرار داد جرم اتنی لمبی ہے کہ شاید ہی مجرم کی ہوگی۔ باپ کو قید کیا۔ بھائیوں کو قتل کرایا۔ دکن کی اسلامی ریاستیں مٹادیں۔ ہندوؤں کو ستایا۔ تبخانے ڈھائے۔ مرہٹوں کو چھیڑ کر تیموری سلطنت کے ارکان متزلزل کردیے

انچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

لیکن اور تمام باتوں سے قطع نظر کرکے پہلے یہ دیکھنا چاہئے کہ اسی خاندان میں عادل سے عادل بادشاہ پر قریب یہی فرد قرار داد جرم عائد ہو سکتی ہے یا نہیں۔ باپ سے بغاوت کی۔ بھائیوں اور بھتیجوں کو قتل کرا دیا۔ دکن کی اسلامی ریاست نظام شاہیہ مٹا دی ایک سال کے اندر (۶۵) بت خانے منہدم کرا دیئے اور ہمیشہ اس پر فخر کرتا رہا یہ کون؟ صاحبقران ثانی شاہ جہاں۔ ہم اس اصول سے بے خبر نہیں کہ ایک شخص کے برے ثابت ہونے سے دوسرا شخص اچھا نہیں ہو سکتا۔ شاہ جہاں پر اگر الزام ثابت ہو تو اس سے عالمگیر کی برأت نہیں ہو سکتی۔ لیکن آخر یہ مسئلہ غور کے قابل ہے کہ اسکی کیا وجہ ہے کہ شاہ جہاں کے الزامات کی کسی کو کانوں کان خبر نہیں اور عالمگیر کے وہی الزامات افسانۂ بزم و انجمن ہیں

طالعِ شہرتِ رسوائیِ مجنوں خوش است ۔۔۔ ورنہ طشتِ من و او ہر دو بیک بام فتاد

اس عقیدہ کا حل کرنا اگرچہ ایک تاریخی فرض ہے۔ لیکن اس سے ایک قومی تفریق کو تحریک ہوتی ہے۔ اس لئے ہم اسکو قلم انداز کرتے ہیں۔ عالمگیر کی فرد قرار داد جرم میں سب سے بڑا نمایاں واقعہ حیدر آباد کا استیصال ہے۔ یہ واقعہ مختلف حیثیتوں سے اہمیت رکھتا ہے (۱) سیاست حیدر آباد ایک شیعہ ریاست تھی اس لئے اسکی بربادی کے قصد سے عالمگیر کا سخت

ؔ۵ شاہ جہاں کا بھائی شہریار اور اس کے بھتیجے طہمورث و ہوشنگ (پسران دانیال) خود شاہ جہاں کے حکم سے قتل کئے گئے۔ چنانچہ ان کے قتل کے لئے شاہ جہاں نے دست خاص سے جو فرمان لکھ کر بھیجا تھا۔ اس کے الفاظ یہ ہیں۔ "دریں ہنگام کہ آسمان آشوب طلب و زمین فتنہ جو ہست اگر داور بخش پسر خورد و برادر و شہریار و پسران شاہزادہ دانیال را آوارہ صحرائے عدم ساختہ۔ دولتخواہان از توزع خاطر و شورش دل فارغ سازند بصلاح و صوابدید قرین ترخواہد بود" (خاتمہ تزک جہانگیری مطبوعہ علیگڈھ صفحہ ۴۳۵) چنانچہ ۲ جمادی الاولی ۱۰۳۷ھ کو اس حکم کی پوری تعمیل ہوئی اور بقول مورخ جہانگیری گلشن ہستی ان کا خس و خاشاک سے پاک کر دیا گیا۔

ؔ۶ اس واقعہ کو عبدالحمید لاہوری نے جو شاہ جہاں کے دربار کا مورخ تھا شاہجہان نامہ میں بیان کیا ہے

مذہبی تعصب ثابت ہوتا ہے۔

(۲) حیدرآباد کے مٹنے سے مرہٹوں کی قوت بڑھ گئی۔ اس لئے پولیٹیکل جرم بھی ہے اس بنا پر ہم سب سے پہلے اس واقعہ کی تحقیق کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔

دکن میں (۵) ریاستیں قائم تھیں۔ گولکنڈہ۔ بیجاپور۔ خاندیس۔ برار۔ احمدنگر۔ یہ ریاستیں باہم لڑتی بھڑتی رہتی تھیں جسکی وجہ سے یہ نوبت پہنچی تھی کہ جب علی عادل شاہ نے حسین نظام شاہ سے تنگ آکر۔ رام راج کو مدد کے لئے بلایا تو گو شرط یہ تھی کہ ہندو مسلمانوں کے جان و مال سے متعرض نہوں گے۔ تاہم ہندوؤں نے احمدنگر میں آکر جو برتاؤ کیا اُسکو فرشتہ ان الفاظ میں لکھتا ہے

در مساجد فرود آمدہ بت پرستی می کردند۔ ساز نواختہ سرود می گفتند عدالت پناہ از استماع این خبر دلگیر شدہ چوں منع را قدرت نداشت۔

ان خانہ جنگیوں کی بدولت تیموریوں کو مداخلت کا موقع ملا اور سب سے پہلے اکبر نے بعض ریاستوں پر قبضہ کیا جہانگیر اور شاہ جہاں چاہتے تھے کہ ان ریاستوں سے دوستانہ تعلقات قائم کرنے پر اکتفا کیا جائے۔ لیکن یہ ابن الوقت مجبوری کے وقت مطیع ہوجاتے تھے اور پھر موقع پاکر دشمن بنجاتے تھے۔ ان کا استیصال کرکے یہ ریاستیں سلطنت تیموری میں شامل کردی گئیں۔

عالمگیر جب تخت حکومت پر بیٹھا تو صرف دو سلطنتیں حیدرآباد اور بیجاپور باقی رہگئیں۔

اسی اثنا میں سیواجی کے باپ ساہو نے سر اُٹھایا۔ ساہو اور سیواجی کی مفصل داستان اسی مضمون کے دوسرے حصہ میں آئے گی۔

یہاں سلسلۂ کلام کے لحاظ سے اسقدر یاد رکھنا چاہئے کہ عادل شاہ والی بیجاپور نے پونہ اور سوپہ دو صوبے ساہو کو جاگیر میں دیئے تھے۔ سیواجی نے ان علاقوں میں بہت سے قلعے بنوائے۔ عادل شاہ تو بیمار ہوکر مرگیا اس کے زمانہ علالت میں سیواجی نے اپنے حدود اور زیادہ وسیع کرکے چالیس قلعے تیار کئے۔ عادل شاہ کا کوئی وارث شرعی تھا۔ درباریوں نے سکندر نام ایک مجہول النسب لڑکے کو اس کا وارث قرار دے کر تخت سلطنت پر بٹھایا

وہ جب بالغ ہوا تو اس نے افضل خاں کو سیواجی کے مقابلہ کے لئے بھیجا جس کو سیواجی نے دھوکے سے قتل کر ڈالا۔ یہی سکندر تھا جو عالمگیر کا معاصر و ہمزبان تھا۔
سیواجی نے چندروز کے بعد انتقال کیا۔ اور اس کا بیٹا سبھاجی جانشین ہوا۔ سکندر نے اپنی کمزوری۔ یا تجربہ کی قدیم خاندانی عداوت سے اس سے سازش کرلی تھی اور عالمگیر کے مقابلہ میں اسکو مدد دیتا رہا۔ عالمگیر نے بار بار اسپر تنبیہ کیا اور ترغیب و ترہیب ہر طرح کی تدبیریں اختیار کیں سکندر کو کچھ احساس نہوا خافی خان اس واقعہ کے متعلق لکھتا ہے
چوں از فساد و نفاقِ بیجاپور یعنی سکندر والی و وارث ملک ہم بود۔ معہذا با غنیم رفاقت می نمود متواتر بعرض رسید مکرر فرمان نصیحت آمیز از راہ تہدید و وعدہ وعید صادر گردید فائدہ نہ بخشید۔
مجبوراً عالمگیر نے بیجاپور کو فتح کر کے ممالک محروسہ میں شامل کرلیا۔ لیکن سکندر سے نہایت عزت و احترام کا برتاؤ کیا سکندر خان کا خطاب دیا خلعت خاص مع تلوار کو جس کے پرتلے پر موتی ٹکے ہوئے تھے۔ پھول کٹارہ مع مالائے مروارید جس میں مرد آویزاں تھا کلغی مرصع اور ہاتھی مرصع عنایت کیا اس کے ساتھ حکم دیا کہ خاص خیمہ شاہی کے پہلو میں اسکا خیمہ نصب کیا جائے اور ہر قسم کی ضروریات خزانہ شاہی سے مہیا کی جائیں۔ چنانچہ یہ پوری تفصیل عالمگیر نامہ تصنیف مستعد خان ساقی میں مذکور ہے
حیدر آباد کا فرماں روا عالمگیر کے زمانہ میں ابو الحسن شاہ تھا جو عوام میں تانا شاہ کے نام سے مشہور ہے۔ قطب شاہ جو اس سے پہلے حیدرآباد کا فرماں روا تھا اس نے جب وفات کی تو اولاد ذکور نہ تھی۔ نہ کوئی قریب عزیز تھا۔ مجبوراً ابو الحسن کو جو دور کا واسطہ رکھتا تھا۔ تخت نشین کیا۔ ابو الحسن بچپن سے قلندروں کے ساتھ آوارہ پھرتا رہا تھا اس لئے تخت نشینی کے بعد بھی یہ شان قائم رہی۔ صاحب مآثر الامرا اگرچہ اس کا اس قدر طرفدار ہے کہ حیدرآباد کی فتح کا جہاں ذکر آتا ہے اس کا دل بے اختیار ہو جاتا ہے۔ تاہم اس کے حال میں لکھتا ہے۔

ابوالحسن والی تلنگ کہ از غایت انہماک در عیش و عشرت گاہے در پانزدہ سالہ حکومت خویش از شہر حیدر آباد غیر از مسافت یک کردہ ۔ محمد نگر ۔ گلکنڈہ سفر گزیں نشدہ بود و سواری ہر روزہ بر و دشوار بود (مآثر الامرا) جلد اوّل

ابوالحسن کی عیش پرستی نے تمام ریاست کو اس رنگ میں رنگ دیا اور ہر طرف علانیہ بدمعاشی اور شراب خواری پھیل گئی خافی خاں لکھتا ہے۔

از اں کہ ابوالحسن قطب الملک فرماں روائے حیدر آباد با فعال قبیح از بیرون ملک بہ ماونا واکنا کہ برہمن و کافر شدید العداوت بودند و سختی ظلم زیادہ بر مسلمانان علانیہ می گذشت دفسق و فجور علانیہ از رواج مسکرات ولہو ولعب زیادہ بعرض رسید۔

ابوالحسن کو جس نے سلطنت دلائی تھی وہ سید مظفر نام ایک اولوالعزم امیر تھا۔ لیکن ابوالحسن نے اس کو معزول کر کے مادنا نام ایک برہمن کو وزارت کے عہدے پر مامور کیا اور حکومت اور سلطنت کے تمام اختیارات اس کو دیدیئے۔ اس کے تسلط اور اقتدار کی یہ نوبت پہنچی کہ ابوالحسن کے سپہ سالار نے جس کا نام ابراہیم خلیل اللہ خاں تھا اور بڑی سطوت اور اقتدار کا آدمی تھا اپنے نگینہ پر یہ شعر کندہ کرایا تھا ؎

از التفات پادشاہ پنڈت روشن رواں ~~~ گشت ابراہیم سرلشکر خلیل اللہ خاں

(یعنی ادنا)

مادنا کے تسلط و اقتدار کے متعلق صاحب مآثر الامرا لکھتا ہے۔

رتق و فتق امور ملکی و مالی باقتدار آں وزیر و برادر ابا اہن شوم لوم مادنا و اکنا خمیرمایۂ فساد و فتن و مورث وبال و زوال آں گشتہ تفویض یافت۔

یہ وہ زمانہ تھا کہ سیواجی عالمگیر کے دربار سے بھاگ کر دکن میں آگیا تھا۔ وہ حیدر آباد میں آیا اور ابوالحسن سے کہا کہ آپ اور ہم مل کر شاہی ممالک پر حملہ آور ہوں۔ چنانچہ ابوالحسن نے فوج اور روپیہ سے اسکی مدد کی عالمگیر کی تخت نشینی کا اکیسواں سال تھا کہ سیواجی نے تیموری

لے مآثر الامرا تذکرہ مہابت خان حیدر آبادی۔

حدود حکومت میں گھس کر جالنہ کو برباد کردیا آثر الامرا میں اس واقعہ کی تفصیل حسب ذیل ہے

پسر باد والی حیدر آباد متفق شدہ قرار داد کہ باتفاق با فوج بادشاہی جنگ می نمایم اول به تسخیر قلاع تردد می باید دید - بدیں تقریب فوج وزرا از و گرفتہ بر تنجا در فت و در ہمیں سال سیوا بر ملک بادشاہی دویدہ پرگنہ جالنہ را ویران ساخت (آثر الامرا جلد اول از صفحہ ۲۴۵ تا ۲۴۹)

سیوا کے مرنے کے بعد جب سنبھا اس کا جانشین ہوا - تو ابوالحسن نے اسکو بھی عالمگیر کے مقابلہ میں ہر قسم کی مدد دی ایک لاکھ ہون (ایک طلائی سکہ کا نام ہے) نقد بھیجا چنانچہ خافی خاں لکھتا ہے -

وعلاوہ آں در امداد سنبھائے جہنمی دار الحربی در تاخت ملک و تسخیر قلعہ جات در زندان لک ہون - نقد خود را بدنام و زبان زد عالمے ساختہ بود -

ان سب پر طرہ یہ کہ جس زمانہ میں عالمگیر بیجاپور کے محاصرے میں مشغول تھا - ابوالحسن نے اپنے ایک سردار کو لکھا کہ ایک طرف سے سنبھا بیشمار فوج لیکر بڑھتا ہے اور دوسری طرف سے میں چالیس ہزار جرار فوج بھیجتا ہوں دیکھوں (حضرت عالمگیر کس کس کا مقابلہ کرتے ہیں چنانچہ اس واقعہ کو ابوالحسن کے خط کی نقل کے ساتھ تمام مورخوں نے نقل کیا ہے (صاحب ماثر الامرا) لکھتے ہیں -

چوں آں ہم با متداد کشید بادشاہ لشکر کشا باقتضائے صوابدید از اورنگ آباد به احمد نگر وز آنجا بہ شعلہ پور معسکر گردانید - ناگاہ نوشتہ ابوالحسن بنام صاحب ادکہ در فوج فیروزی بود بجنس از نظر بادشاہی گذشت بدیں مضمون کہ تاحال پاس مراسم بزرگداشت می نمودیم - حالانکہ ایشاں سکندر را یتیم و ناتوان دانستہ بیجاپور را محاصرہ نمودہ کار باو تنگ آوردند - واجب آمد کہ سوائے جمعیت موفور بیجاپور راجہ سنبھا از طرفے با قشون از شمار افزوں جہت کمک آں بیکس کرسی بہ میند - وما یہ سرداری خلیل اللہ خاں پلنگ

حملہ چہل ہزار سوار مستعد پیکار تعیین نمایم و بینیم کہ ایشاں کدام کدام طرف مقابلہ و ومقاومت خواہند کرد (مآثر الامرا جلد سوم از صفحہ ۶۲۷ تا ۶۲۹)۔

عالمگیر نے یہ خط پڑھا تو کہا ہم نے اب تک اس بندر پہنچانے والے کو چھوڑ رکھا تھا۔ لیکن جب مرعی نے خود آواز دی تو اب کیا باقی رہا۔

بایں ہمہ جب عالمگیر کے حکم سے شاہزادہ معظم شاہ حیدرآباد کی مہم پر روانہ ہوا تو اس نے ابوالحسن کو لکھا کہ شرائط ذیل منظور ہوں تو عفو تقصیر کے لیے سفارش کی جائے۔

(۱) مادنا وزارت سے معزول ہو کر مقید کر دیا جائے۔

(۲) سیرم و راکیر وغیرہ جو ممالک محروسہ میں داخل تھے اور جن پر غصباً قبضہ کر لیا گیا ہے واپس کر دیے جائیں۔

(۳) پیشکش مقررہ کی باقیات ادا کر دی جائیں۔ لیکن ابوالحسن نے درباریوں کے اغوا کی وجہ سے یہ شرطیں منظور نہیں کیں چنانچہ خافی خان لکھتا ہے۔

ازاں کہ بادشاہزادہ محمد معظم خواست کہ تا مقدور کار بجنگ نکشد بہ خلیل اللہ خان پیغام نمود کہ اگر ابوالحسن باظہار ندامت والتماس عفو تقصیر پیش آمدہ دست اختیار مادنا و اکنا را از امور ملکی کوتاہ نمودہ مقید سازد۔ دوم آنکہ پرگنات سیرم در اکیرہ وغیرہ کہ از غصب از تصرف بندہ ہائے بادشاہی بہ دعوئے بیجا آوردہ است ازاں بر داشتہ باز حوالہ منصوبان بادشاہی نماید دیگر آنکہ باقی پیشکش سابق ولاحق بلا توقف و اہمال روانہ بارگاہ آسمان جاہ سازد برائے عفو تقصیرات او بہ حضور معروض داشتہ آید۔ امرائے ناقص العقل دکن از رہ غرور بجواب ہائے مہمل پیش آمدہ در دفعیہ غضب بادشاہی نوالستند پرداخت۔

اس واقعہ کے بعد ایک دفعہ پھر شاہزادہ معظم نے صرف اس شرط پر صلح کی گفتگو کی کہ سیرم وغیرہ واپس کر دیے جائیں لیکن وہاں سے یہ جواب آیا کہ سیرم ہمارے نیزے کی نوک سے

خود اپنی سلطنت برباد کی کیونکہ دکن کی ریاستیں مرہٹوں کو دبائے ہوئے تھیں۔ ان کا دباؤ اٹھ گیا تو مرہٹے زور پکڑ گئے لیکن ہمارے دوستوں کو یہ معلوم نہیں کہ دکن کی ریاستیں مرہٹوں کی طرح باجگذار بن گئی تھیں اور عالمگیر حیدرآباد و بیجاپور کو فتح نہ کرلیتا تو آج بڑودہ اور گوالیار کی طرح بیجاپور میں بھی مرہٹوں کا علم لہراتا ہوتا۔

اورنگزیب عالمگیر

اور مرہٹے

عالمگیر کی فرد قرارداد جرم کا یہ دوسرا نمبر ہے اور یہ جرم بجائے خود متعدد جرائم کا مجموعہ ہے جس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

(۱) مرہٹوں کا فساد عالمگیر کی ذات سے برپا ہوا

(۲) سیواجی جب عالمگیر کے دربار میں حاضر ہوا تو عالمگیر نے اس کا ایسا برتاؤ کیا جس سے وہ چار و ناچار سرکشی پر مجبور ہوا۔ ورنہ اگر فراخ حوصلگی سے کام لیا جاتا تو عالمگیر کا حلقہ بگوش ہوجاتا۔

(۳) سیواجی کو عالمگیر نے امان دے کر بلایا تھا۔ لیکن خلاف عہد اس کو نظربند کردیا۔

(۴) سیواجی کے جانشینوں کے ساتھ عالمگیر نے اچھا سلوک نہیں کیا۔

(۵) عالمگیر مرہٹوں کو زیر نہ کرسکا اور چونکہ مرہٹوں نے سلطنت تیموریہ کو زیر و زبر کردیا اس لئے تیموریوں کی بربادی کا اصلی سبب خود عالمگیر تھا۔ ان بحثوں کے [illegible] کرنے سے پہلے ہم سیواجی کے خاندان کی ابتدائی تاریخ لکھتے ہیں [illegible] متنازع فیہ مسائل کے متعلق آئندہ [illegible]

سیواجی [illegible] | (۶) سیواجی کا خاندان دراصل [illegible] سے تعلق رکھتا ہو

سیواجی کے خاندان کا حال خافی خان [illegible] تاریخ [illegible] جلد دوم [illegible] مطبوعہ کلکتہ [illegible]

اس خاندان میں سورسین نام ایک شخص بعض اسباب سے چتوڑ چھوڑ کر پرگنہ کرکنب ضلع پرینده ریاست دکن میں چلا آیا اس کے خاندان سے مالوجی اہل وطن سے ناراض ہو کر ایلورہ میں جو دولت آباد کے قریب ہے آکر آباد ہوا۔

اس زمانہ میں دولت آباد نظام شاہی خاندان سے تعلق رکھتا تھا اور یہاں کا دیسمکھ یعنی تحصیلدار لکھی جادو نام ایک شخص تھا۔ مالوجی نے لکھی جادو کی سرکار میں ملازمت اختیار کی مالوجی کے دو بیٹے تھے۔ چونکہ وہ شاہ شریف صاحب کا جن کی قبر احمد نگر میں ہے نہایت معتقد تھا اس لئے اس نے بیٹوں کا نام شاہ صاحب موصوف کے تعلق سے۔ شاہ جی اور شرف جی رکھا۔ یہی شاہ جی آگے چل کر ساہو جی کے لقب سے مشہور ہوا اور یہی ساہو جی ہے جو سیوا جی کا باپ تھا۔ لکھی جادو کے کوئی اولاد نہ تھی صرف ایک لڑکی تھی۔ شاہ جی چونکہ خوش اندام اور خوشرو تھا لکھی جادو نے اسکو اپنا متبنیٰ بنایا اور چاہا کہ اپنی بیٹی اسکو بیاہ دے لیکن لکھی جادو کے خاندان والوں نے اسکو باز رکھا بالآخر مالوجی نے اننگپال (ایک معزز زمیندار تھا) کے دربار میں رسائی حاصل کی اور دباؤ ڈال کر مالوجی کی لڑکی سے شاہ جی کی شادی کردی

ساہو جی ساہو جی نے سب سے پہلے نظام شاہی دربار میں توسل حاصل کیا ۱۰۳۰ھ میں جب کہ نظام شاہ کی فوجوں نے نربدا اتر کر مالوا کو غارت کیا اور جہانگیر نے اس کے دفعیہ کے لئے لشکر کشی کی تو شاہ جہان کے فوجی سرداروں میں ساہو جی اور اس کا خسر جادو رائے بھی تھا جہانگیر نے جب اس کے انتقام کے لئے شاہ جہاں کو دکن بھیجا تو جادو رائے شاہ جہاں کی

غلام علی آزاد نے خزانۂ عامرہ صفحہ (۴۹) میں تفصیل سے لکھا ہے لیکن سب سے زیادہ تفصیلی اور محقق حالات مآثر الامرا میں ہیں چونکہ سیوا جی کا پوتا ساہو عالمگیر کے دربار میں ہفت ہزاری منصب تھا اس لئے مآثر الامرا میں اس کا حال مستقل عنوان سے لکھا ہے اور اسی ذیل میں اسکے خاندان کے ابتدائی حالات بھی نہایت تفصیل سے لکھے ہیں ہم نے زیادہ تر حالات اسی کتاب سے لئے ہیں۔

سلہ خافی خان جلد اول صفحہ ۳۱۸ و مآثر الامرا جلد اول صفحہ ۲۰ ۔

حاشیہ صفحہ (۱۰)

کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس کے صلے میں اسکو پنجہزاری منصب ملا اور تمام خاندان کو حسب مراتب عہدے ملے۔ لیکن پھر باغی ہو کر سنہ [illegible]ھ میں نظام شاہ کے پاس واپس ہو گیا۔ نظام شاہ نے اسکو قتل کرا دیا۔ اس بنا پر ساہو جی نظام شاہ سے ناراض ہو کر شاہ جہاں کے دربار میں چلا آیا اور پنجہزاری منصب پر سرفراز ہوا اس کے ساتھ خلعت اسلحہ مرصع۔ علم، نقارہ، اسپ، فیل اور دو لاکھ نقد انعام میں ملے۔

ساہو جی کے سالوں کو بھی جن کا نام بہادر اور جگدیو تھا پنجہزاری اور چار ہزاری منصب ملے شاہ جہاں نے نظام شاہ کے بعض علاقے جو عنبر کی جاگیر میں تھے ساہو جی کو دیئے تھے۔ لیکن جب سنہ [illegible]ھ میں عنبر کا بیٹا فتح خاں نظام شاہ سے باغی ہو کر شاہ جہاں کے دربار میں چلا آیا۔ تو شاہ جہاں نے عنبر کے علاقے ساہو جی سے لیکر فتح خان کو واپس کر دیئے اس بنا پر ساہو جی ناراض ہو کر عادل شاہ والی بیجاپور سے جا کر ملا اور ایک فوج گراں لیکر دولت آباد کی طرف بڑھا۔

ساہو کی تنبیہ کے لیے شاہ جہاں نے فوجیں روانہ کیں اور اسی سنہ میں اس کے اہل و عیال گرفتار ہوئے سنہ [illegible]ھ میں ساہو جی نے ظفر نگر پر حملہ کیا سنہ [illegible]ھ میں اور اضلاع شاہی پر غارت گری کی اس کی پاداش کے لیے اورنگ زیب عالمگیر مامور ہوا شاہ جہاں نے نظام کو گرفتار کر کے قید کیا۔ اس کے کوئی اولاد نہ تھی۔ ساہو جی نے ایک مجہول النسب لڑکے کو نظام شاہ کا وارث قرار دے کر تخت نشین کیا اور قدیم حکومت کے بعض اضلاع دبا لیے۔

ان [illegible] میں عادل شاہ والی بیجاپور بھی ساہو جی کا برابر شریک تھا۔ چنانچہ ساہو جی کی [illegible] کے لیے عادل شاہ نے رندولہ کی فوج لیکر بھیجا تھا۔ یہ دست [illegible] اس [illegible] نے [illegible] شورے سے اس کے استیصال کا عزم بالجزم کیا۔

سلہ [illegible] ماثر الامرا جلد اول صفحہ ۵۲۰ و [illegible] سلہ خافی خاں صفحہ [illegible] سلہ خافی خاں

سلہ [illegible] جلد دوم صفحہ [illegible]

۱۰۴۶ھ مطابق ۹ جلوس میں اڑتالیس ہزار فوج بڑے بڑے امرا کی سپہ سالاری میں
دے کر دکن کو روانہ کی ان میں سے بیس ہزار فوج کا سردار خان زمان کو بنا کر حکم دیا کہ پہلے کوکن
کو جو ساہو کا مستقر ہے برباد کرکے کوکن کے اضلاع کی طرف بڑھے۔ چنانچہ ان فوجوں نے ساہو
کے بیچ قلعے فتح کرکے ساہو کو بیجاپور تک بھگا دیا۔ ۱۰۴۶ ہجری میں ساہو نظام شاہی علاقے
سے بھی نکال دیا گیا۔ (خافی خان حالات شاہجہان صفحہ ۵۲۰ و ۵۲۱ و ۵۳۹) ساہو جی نے عادل
شاہ کے دربار میں ملازمت کر لی۔ عادل شاہ نے پونہ اور سوپا اس کی جاگیر میں دئے۔

سیوا جی اب جوان ہو چکا تھا اور حوصلہ مندی کے جوہر دکھانے لگا تھا ان اضلاع کا انتظام
اس نے اپنے ہاتھ میں لیا اور جا بجا قلعے طیار کرنے شروع کئے رفتہ رفتہ ایک بڑی فوج جو بہ
بیان ماثر الامرا پندرہ ہزار تھی تیار کر لی۔ اور اپنی حکومت کے علاقے وسیع کرنے شروع کئے۔
اسی اثنا میں عادل شاہ بیمار پڑا اور دربار میں سخت ابتری پیدا ہو گئی۔ سیوا جی نے
آس پاس کے علاقوں پر دست درازی شروع کی۔ دور دور تک کے علاقے زیر کر لئے
تھوڑے دنوں میں کوکن کے تمام علاقوں پر جو بیجاپور کی حکومت میں داخل تھے متصرف ہو گیا
سیوا نے قوت پاکر یہ طریقہ اختیار کیا کہ جو شہر یا قصبہ آباد اور خوشحال ہوتا اس پر چھاپا مارتا
اور لوٹ لیتا۔ وہاں کا حاکم جب عادل شاہ کو خبر کرتا تو ساتھ ہی سیوا جی کی عرضی پہنچتی
کہ اس ضلع کی آمدنی میں بہت اضافہ ہو سکتا ہے۔ اضافہ کی شرط پر میری جاگیر میں دیدیا جائے
دربار میں عادل شاہ کی بیماری کی وجہ سے ابتری پھیلی ہوئی تھی اس لئے جاگیرداروں
کی تحریر پر کوئی متوجہ نہیں ہوتا تھا۔ اور رشوت خوار عمال سیوا کو جاگیر کی سند لکھ دیتے
تھے اور اسی اثنا میں یعنی ۱۰۶۷ھ مطابق ۳۰ جلوس میں عادل شاہ مر گیا اور چونکہ اس کے کوئی
اولاد نہ تھی درباریوں نے ایک مجہول النسب لڑکے کو تخت نشین کیا جو علی عادل شاہ کے
نام سے مشہور ہے۔ شاہجہاں کو خبر ہوئی تو اس نے عالمگیر کو لکھا کہ بیجاپور پر قبضہ کیا جائے

۱؎ خافی خان جلد دوم صفحہ ۱۱۰، ۱۱۱۔ ۲؎ خافی خان جلد دوم صفحہ ۱۰۴۔ ۳؎ خافی خان جلد دوم صفحہ ۱۱۴ و ۱۱۵۔

عالمگیر نے بیجاپور کا محاصرہ کیا۔ عادل شاہ نے مجبور ہو کر کروڑ روپیہ نذرانہ دینا منظور کیا۔ اسی اثنا میں شاہ جہاں بیمار ہوا اور دار اشکوہ نے ولیعہدی کے دعوے سے زمام سلطنت اپنے ہاتھ میں لی اور چونکہ سب سے مقدم عالمگیر کا زور توڑنا تھا۔ تمام امرا اور فوجی افسروں کو جو عالمگیر کے ساتھ تھے حکم بھیجا کہ پایہ تخت میں واپس آئیں عالمگیر مجبور محاصرہ چھوڑ کر اورنگ آباد چلا آیا اب حالت یہ ہے کہ شاہ جہاں بیمار اور مسلوب الاختیار ہے۔ دار اشکوہ نے بھائیوں کے استیصال کی طیاریاں کیں ہیں۔ مراد نے گجرات میں سکہ اور خطبہ جاری کیا ہے۔ شجاع بارادۂ حکومت بنگالہ سے دار السلطنۃ کی طرف بڑھتا آتا ہے۔

عالمگیر دکن سے روانہ ہو گیا ہے سیواجی کو کھل کھیلنے کے لیے اس سے زیادہ اور کیا موقع نصیب ہو سکتا تھا۔ اس نے ہر طرف دست درازیاں شروع کر دیں چالیس قلعے تیار کرائے۔ جزیروں میں بحری قوت کا سامان کیا۔ مرہٹوں کی ایک فوج گراں طیار کی اور رفتہ رفتہ اکثر اضلاع پر متصرف ہو گیا ؎

دستِ گلچیں قتل عام لالہ گل می کند — باغباں در صحن گلشن مستِ خواب افتادہ است

علی عادل شاہ نے ہوش سنبھالا تو اپنے سپہ سالار افضل خاں کو سیواجی کے استیصال کے لیے بھیجا۔ افضل خاں نے اسکو محصور کیا سیوا نے عاجز ہو کر مکر و فریب سے کام لینا چاہا خافی خان لکھتا ہے۔

افضل خان کہ از امرائے عمدہ و از شجاعان با سرانجام بود۔ بعد ربیدن بر سرِ او کار بروتنگ کرد و آن مفسد بدسگال چوں دید کہ در جنگ صف دھصور گردیدن صرفہ او نمی کند حیلہ تزویر و عیاری پیش آمدہ مردم معتمد را درمیان انداختہ بہ اظہار ندامت و التماس قبول دعفو تقصیرات آورد۔

ل خافی خان صفحہ ۱۱۵ جلد دوم۔

مآثر عالمگیری میں ہے کہ جب عادل شاہ نے سیوا پر لشکر کشی کا ارادہ کیا تو سیوا نے پیش دستی کر کے عفو تقصیر کی درخواست کی اور لکھا کہ افضل خاں کو بھیجے کہ میں ان کے ہمرکاب آکر رُو در رُو اپنی معروضات پیش کروں۔

غرض افضل خاں دو ہزار سوار کے ساتھ روانہ ہوا شرط یہ قرار پائی کہ ملاقات کے وقت کسی کے پاس کوئی ہتھیار نہ ہو۔ چنانچہ افضل خاں جریدہ گیا لیکن سیوا بچھوا آستین میں چھپائے ہوئے تھا۔ معانقہ کے ساتھ افضل خاں کا کام تمام کردیا۔

عالمگیر کی لشکر کشی

سیوا نے اسی پر اکتفا نہ کر کے تیموری حدود حکومت میں بھی دست درازیاں شروع کیں۔ عالمگیر اگرچہ ابھی رقیبان سلطنت کے معرکوں سے فارغ ہوا تھا تاہم ۳ سنہ جلوس مطابق جمادی الاول ۱۰۷۰ھ میں شائستہ خاں امیر الامرا کو اس ہنگامہ کو فرو کرنے کے لئے دکن بھیجا۔

امیر الامرا جب ۱۰۷۰ھ میں سیون گاؤں میں داخل ہوا۔ سیوا اُس وقت سوپہ میں تھا امیر الامرا کی آمد سنکر وہاں سے نکل گیا امیر الامرا نے سوپہ پر قبضہ کیا اور رفتہ رفتہ پونا اور سیوا پور بھی فتح ہو گئے پھر چاکنہ کا محاصرہ ہوا اور کئی مہینے بعد محصورین نے امن طلب کیا اور قلعہ حوالے کردیا امیر الامرا نے پونہ کو صدر مقام قرار دے کر خود اس محل میں قیام کیا جو سیوا نے اپنے لئے تعمیر کرایا تھا اور ہر طرف سیوا کے تعاقب کے لئے فوجیں بھیجیں۔

سیوا جا بجا بھاگتا پھرتا تھا۔ یہاں تک کہ دشوار گذار پہاڑوں کی گھاٹیوں میں ایک ایک دو دو ہفتے سے زیادہ کہیں ٹھہر نہیں سکتا تھا خافی خاں لکھتا ہے۔

> سیوا چناں منکوب و مغلوب گردیدہ بود کہ میان کوہ ہائے دشوار گذار ہر ہفتہ دہ ہر ماہ جائے بسر مے برد (جلد دوم صفحہ ۱۷۲)۔

سیوا نے اب اپنے پھر قدیم حربے سے کام لیا ۱۰۷۲ھ مطابق سنہ ۶ جلوس میں امیر الامرا پر شبخون مارا چونکہ امیر الامرا کی بے احتیاطی سے سیوا کو یہ موقع ہاتھ آیا اس لئے عالمگیر نے امیر الامرا کو معزول

۱۔ ان واقعات کو مصنف مآثر عالمگیری اور خافی خان نے نہایت تفصیل سے لکھا ہے۔ ۱۲

کرکے شاہزادہ معظم کو اس مہم پر مامور کیا۔

سیوا نے اب اور بہت پاؤں نکالے۔ سورت کے پاس جو بندرگاہ ہے اُن میں یعنی جیول دیابل وغیرہ ان پر قبضہ کر لیا۔ اور عام غارتگروں کے ساتھ حجاج کے جہاز کو لوٹنا شروع کیا۔ عالمگیر نے مہاراجہ جے سنگھ کو جو بانسٹ جے پور کا راجہ اور سپہ سالاری کا منصب رکھتا تھا اس مہم پر مامور کیا۔ اور فوج کا ہراول دلیر خاں کو مقرر کیا۔

جے سنگھ نے سنہ ۱۰۷۵ھ مطابق سنہ ۱۶۶۵ء جلد سے جلد پونا میں داخل ہوا۔ اور ہر طرف فوجیں پھیلا دیں دلیر خاں نے سات ہزار سوار لے کر پانچ مہینے کی مدت میں سیوا کے تمام علاقے پامال کر دیے۔

سیوا کا خاص دار السلطنت راج گڑھ تھا اور اس کی منہیال کے لوگ کنڈانہ میں رہتے تھے۔

سیوا نے دیکھا کہ یہ مقامات بھی فتح ہوئے تو تمام اہل وعیال برباد ہو جائیں گے مجبوراً اس نے اطاعت کا سلسلہ جنبانی کی۔ خافی خاں لکھتا ہے۔

کوتاہی سخن کار بر محصوران دمی بہادران قلعہ کشا تنگ گردیدہ زراہ فرار از اطراد پنہاں مسدود ساختند کہ ہر چند آں محیل از جنی حیلہ باز خواست فبائل راز آنجا بدر برده بمکان دشوار گذار دیگر رساندہ لشکر را برائے تعاقب آنہا سرگرداں سازد ونتوانست ودانست کہ مفتوح گردیدن آں الجا و مادی مستقر الریاست آں دا جیب الریاست تمام اہل وقبیلہ دعیال آں بدسگال پامال مکافات کردار خواہد گردید۔ لہذا چند نفر زباں فہم نزد راجہ جے سنگھ برائے التماس عفو تقصیرات وسپردن بعض قلعجات باقی ماندہ ادرا راجہ فرستادہ (جلد دوم صفحہ ۱۸۰ و ۱۸۱)

مآثر الامراء میں لکھا ہے کہ قلعہ پورندر کے محاصرے میں جب قلعے کا ایک برج توپوں سے اُڑا دیا گیا تو دلیر خاں نے فوج کو قلعے کے برج پر چڑھا دیا۔ سیوا نے دیکھا کہ اب قلعہ پورندر بھی فتح ہوا چاہتا ہے جس میں سیوا کے تمام اہل وعیال محصور تھے مجبور ہو کر صلح کی درخواست کی (مآثر الامراء جلد دوم[2]

---

[1] خافی خاں مطبوعہ کلکتہ ۱۸۷۴ء جلد دوم - ۱۲

صفحہ ۱۰۵ تذکرہ دلیر خاں) لیکن راجہ جے سنگھ کو سیوا کی مکاری کی وجہ سے اسکی باتوں پر اعتماد نہیں تھا۔ اس لئے حکم دیا کہ حملہ و یورش کے سامان اور بڑھا دئے جائیں اتنے میں خبر پہنچی کہ سیوا قلعہ سے جریدہ نکل کر آرہا ہے ساتھ ہی چند برہمن جو اُس کے معتمد تھے راجہ کے پاس پہنچے اور نہایت عجز و زاری کے ساتھ سخت قسمیں کھائیں خافی خان لکھتا ہے۔

راجہ نظر بر مکاری و عیاری او اغماض نمود و برائے یورش زیادہ از سابق تاکید فرمودہ تا آنکہ خبر رسید کہ سیوا جریدہ از قلعہ فرود آمد برہمنان معتمد او رسید و قسمہائے شدید بہ عجز و زاری تمام درمیان آوردند۔

غرض جب اطمینان ہو گیا کہ سیوا عاجزانہ آتا ہے تو راجہ جے سنگھ نے اجازت دی اور ادیب راج اپنے منشی کو استقبال کے لئے بھیجا۔ لیکن چند مسلح راجپوت بھی ساتھ کر دئے کہ سیوا سے ہوشیار رہیں۔ یہ بھی کہلا بھیجا کہ اگر خلوص کے ساتھ آتا ہے تو بے ہتھیار آئے ورنہ اجازت ہے کہ واپس چلا جائے[۱]۔

سیوا جریدہ آیا۔ جے سنگھ نے مہربانی سے اُٹھ کر گلے لگایا۔ سیوا نے ہاتھ جوڑ کر کہا۔ اپنے گنہگار غلاموں کی طرح حاضر ہوا ہوں اب آپ کو اختیار ہے مارئے یا چھوڑ دیجئے[۲] خافی خاں کے الفاظ یہ ہیں۔

"بہ طریق بندہ ہائے مجرم ذلیل روبدین درگاہ آوردہ ام خواہے بکش و خواہے بخش"

سیوا نے درخواست کی کہ تمام بڑے بڑے قلعے پیشکش ہیں۔ میرا بیٹا سنبھا جی ملازمان شاہی میں داخل کیا جائے میں مطلق العنان کسی قلعے میں بسر کروں گا۔ لیکن جب کبھی ضرورت ہو گی فوراً حاضر ہوں گا۔ جے سنگھ نے اطمینان دلایا اور دلیر خاں کو کہلا بھیجا کہ محاصرہ اُٹھا لیا جائے۔ چنانچہ سات ہزار زن و مرد قلعے سے باہر نکلے اور ان کو امان دی گئی۔

---

[۱] خافی خان صفحہ ۱۸۱ جلد دوم۔ بے ہتھیار آنے کی شرط ماثر عالمگیری میں مذکور ہے۔ "

[۲] خافی خان صفحہ ۱۸۲ جلد دوم۔ "

دلیر خاں نے اپنی طرف سے تلوار - جمدھر - دو عربی گھوڑے مع ساز طلائی سیوا کو عطا کئے اور اس کا انجے سنگھ کے ہاتھ میں دیا جے سنگھ نے خلعت گھوڑا اور ہاتھی عطا کیا - دلیر خاں نے اپنے ہاتھ سے سیوا کی کمر میں تلوار باندھی - لیکن سیوا نے تھوڑی دیر کے بعد کھول کر رکھ دی اور کہا کہ میں بغیر ہتھیار کے خدمت گذاری کروں گا -

اس سے پہلے جے سنگھ نے سیوا کی معافی کے لئے دربار شاہی میں لکھ بھیجا تھا چنانچہ وہاں سے فرمان خلعت آیا - سیوا کو پہلے خلعت اور فرمان کے قبول کرنے کے آداب سکھلائے گئے - چنانچہ فرمان کے استقبال کے لئے سیوا تین میل تک پیادہ گیا اور خلعت کے سامنے آداب بجا لایا -

سیوا نے ۳۵ قلعوں میں سے ۲۳ قلعے خدام شاہی کے حوالے کر دیئے - سیوا کے بیٹے سنبھا کے لئے راجہ جے سنگھ نے پنجہزاری کے منصب کی سفارش کی تھی - چنانچہ وہ منظور ہوئی اور سنبھا کو فرمان شاہی عنایت ہوا -

سیوا ۷ ذی الحجہ ۱۰۷۵ہجری کو جے سنگھ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا اس وقت سے اب تک تلوار نہیں باندھتا تھا - لیکن ۲۶ ربیع الاول یعنی قریباً چار مہینے کے بعد جے سنگھ نے اسکو ہتھیار لگانے کی اجازت دی اور مرصع تلوار عنایت کی -

اس موقع پر یہ بات بھی قابل ذکر ہے عالمگیر نے جب جے سنگھ کو سیوا کے استیصال کے لئے بھیجا تھا تو عادل شاہ والی بیجاپور کو بھی لکھا تھا کہ وہ بھی اپنی فوجیں سیوا کے مقابلے کے لئے بھیجے عادل شاہ نے بظاہر اس حکم کی تعمیل بھی کی - لیکن وہ دراصل سیوا کے وجود کو بلحاظ بعض اغراض کے لئے ضروری سمجھتا تھا - اس لئے مخفی سیوا کو ہر طرح کی مدد دیتا تھا اور قطب شاہ والی حیدر آباد کو بھی اس کی سفارش کی مآثر عالمگیری میں اس واقعہ کو نہایت صراحت کے ساتھ لکھا ہے چنانچہ اس کے الفاظ یہ ہیں -

---

۱ یہ مقام منتخب خافی خاں [illegible] [illegible] سے ہے - ۱۲

زبان کرامت عنوان بہ عادل شاہ بعرض دریافت کہ او نیز افواج خویش بر سر آن بدکیش تعین نماید۔ اگرچہ بظاہر چنیں وامی نمود کہ بنا بر امتثال امر اعلیٰ وارفع او سامیت ویرے از لشکر ملک خود بجدود ولایت آں مخذول تعین نمودہ بود لیکن از یں جہت کہ دفع آں بد نہاد وقلع ریشہ فساد اورا بالکلیہ از مقدمات خرابی حال خویش اندیشیدہ تواب چناں می دانست کہ آں مقہور میان عساکر منصور واہل بیجاپور حائل باشد دریں اوقات بنا بر مصلحت کار خود بااو نامہ وپیام وعہود ومواثیق سلسلہ جنبان یک دلی وموافقت گشتہ متفق وہمداستان شدہ بود وپنہانی در امداد ومراتب مساعدتش کوشیدہ بہ تفویض قطاعات ارسال نقود ودیگر مایحتاج اورا مساعدت می کرد وبداں ناقص اندیشی داہی قطب الملک انیز بریں داشتہ بود۔[۵]

کیا ان واقعات کے بعد بھی عالمگیر کا حملہ بیجاپور اور حیدرآباد پر بے وجہ کہا جا سکتا ہے۔ یہ ایک اتفاقی حملہ بیچ میں آگیا تھا۔ اب پھر ہم سیوا کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔

سیوا نے اطاعت قبول کی اور تیئیس قلعوں کی کنجیاں حوالے کیں ۹ سنہ جلوس مطابق ۱۰۷۶ھ میں وہ پایۂ تخت یعنی آگرے کو روانہ ہوا۔ شہر کے قریب پہنچا تو عالمگیر نے کنور رام سنگھ کو جو راجہ جے سنگھ کا بیٹا تھا اور مخلص خاں کو استقبال کے لئے بھیجا۔ سیوا دربار میں پہنچکر آداب بجالایا اور نذر پیش کی عالمگیر نے ارشاد کیا کہ پنجہزاری امرا کی قطار میں اسکو جگہ دیجائے لیکن سیوا کی توقعات اس سے زیادہ تھیں اس نے ایک گوشہ میں جاکر رام سنگھ سے شکایت کی اور درد شکم کے بہانہ سے وہیں فرش پر لیٹ گیا۔ عالمگیر نے حکم دیا کہ فرودگاہ کو واپس جائے۔

یوروپین مورخوں اور اُن کے مقلدین نے عالمگیر کی ناعاقبت اندیشی اور غلط کاری کی جو یادداشت مرتب کی ہے اسکا پہلا نمبر یہیں سے شروع ہوتا ہے۔ الفنسٹن صاحب گورنر بمبئی اپنی تاریخ ہند میں لکھتے ہیں:-

---

[۵] ماثر عالمگیری صفحہ ۲۱۲ و ۲۱۳ ؛ [۶] ماثر الامرا تذکرہ راجہ ساہو۔

اورنگ زیب کو یہ موقع حاصل تھا کہ سیواجی سے اہلیت برتتا بنہایت سلوک سے پیش آکر اس سے فائدہ اٹھاتا۔ مگر جیسی کہ اس کی رائیں دین و ملت کے معاملے میں تنگ و تاریک نہیں ویسی ہی تدبیر ممالک میں پست و کوتاہ نہیں۔ چنانچہ وہ اپنی طبیعت کو سیواجی کی کمال تذلیل و اہانت سے روک تھام تو کر سکا مگر اپنے تعصبوں سے بالکل کنارہ کش نہ ہو سکا۔ حاصل یہ کہ جب سیواجی دہلی کے متصل پہنچا۔ تو ایک کمتر درجہ کا سردار اسکی پیشوائی کو جے سنگھ کے بیٹے رام سنگھ کے ساتھ بھیجا گیا اور جبکہ وہ خود دربار میں حاضر ہوا تو اس کی بات نہ پوچھی گئی۔ یہاں تک کہ سیواجی نے کمال ادب سے پیشکش کیں اور غالباً یہ چاہا کہ دستور کے موافق تعریف و ثنا کے فقرے ادا کرے بہ خضوع و خشوع تخت کی طرف آگے کو بڑھے مگر جب اس نے یہ دیکھا کہ بادشاہ نے کچھ توجہ نہ فرمائی اور تیسرے درجہ کے سرداروں میں بلا امتیاز اس کو کھڑا کیا تو وہ اپنے رنج و غیرت کو نہ روک سکا چنانچہ غصہ اور حمیت کے مارے رنگ اسکا پلٹ گیا اور درباریوں کی صف سے کچھ پیچھے ہٹا اور غش کھا کر زمین پر گر پڑا۔ بعد اسکے ہوش اسکے ٹھکانے آئے تو رام سنگھ کو اس کے باپ کی دھوکہ دہی اور وعدہ خلافی پر برا بھلا کہا اور جل بھن کر بادشاہ کے ملازموں سے یہ درخواست پیش کی کہ اب مناسب یہ ہے کہ جیسا میری بات کو خاک میں ملا دیا ہے مجھ کو خاک میں ملا دیں یعنی جب آبرو گئی تو جان کی کیا پروا ہے۔[1]

لین پول۔ فرائر۔ برنیر وغیرہ یورپین مصنفین نے بھی اسی کے قریب قریب لکھا ہے بعض یوروپین مورخوں نے یہ بھی لکھا ہے اس واقعہ کے بعد عالمگیر نے سیواجی کو قید کر لیا اور اس پر پہرے بٹھا دیے۔ اس بحث کے تصفیہ میں امور ذیل تنقیح طلب ہیں۔

(۱) جو برتاؤ سیواجی کے ساتھ کیا گیا۔ تحقیر اور اہانت کی غرض سے تھا۔

(۲) کیا سیواجی قید کر لیا گیا تھا۔

[1] (ترجمہ) تاریخ الفنسٹن صاحب مطبوعہ علی گڈھ صفحہ (۱۰۵۲ و ۱۰۵۳) ۱۲

(۳) اگر سیواجی کے ساتھ اچھا برتاؤ کیا جاتا تو کیا وہ مطیع بن جاتا۔

(۴) اس واقعہ کے متعلق یوروپین اور مسلمان مورخوں میں سے کس کی شہادت زیادہ معتبر ہے؟

اس امر کو سب مورخین تسلیم کرتے ہیں کہ سیواجی کی پیشوائی کے لیے رام سنگھ اور مخلص خان بھیجے گئے تھے۔

رام سنگھ راجہ جے سنگھ کا بیٹا تھا جو امرائے عالمگیری میں سب سے زیادہ ممتاز اور سپہ سالار لشکر تھا رام سنگھ شاہ جہاں کے سنہ ۱۹ جلوس میں پانچ سو سواروں کے ساتھ دربار میں آیا تھا اور اسکو ہزاری منصب اور خلعت عطا ہوا تھا سنہ ۲۷ جلوس شاہ جہانی میں اس کا منصب سہ و نیم ہزاری تک پہنچا۔ عالمگیر کے زمانہ میں وہ متمد خاص رہا یہاں تک کہ سلیمان شکوہ کے لانے کے لئے عالمگیر نے اسی کو راجہ جے سنگھ کا قائم مقام بنا کر بھیجا سیواجی کی اطاعت کی جس دن خبر آئی عالمگیر نے اس کو زیور مرصع۔ ہاتھی اور خلعت عطا کیا[1]۔

چونکہ سیواجی راجہ جے سنگھ کی توسط اور ضمانت سے دربار میں آیا تھا۔ اس لئے اس کے استقبال کے لئے رام سنگھ سے زیادہ کون موزوں ہو سکتا تھا جو اپنے باپ کا فرزند رشید اور اس کا قائم مقام تھا۔ مخلص خاں اسکے ساتھ اس لئے بھیجا گیا تھا کہ یہ نہ خیال ہو کہ ہندوؤں کے تعصب سے کوئی مسلمان درباری نہیں بھیجا گیا۔

الفنسٹن صاحب کی اس چالاکی کو دیکھو کہ استقبال کا اصلی ممبر مخلص خاں کو قرار دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ رام سنگھ اس کے ساتھ بھیجدیا گیا تھا۔ حالانکہ تمام تاریخوں میں رام سنگھ کا نام مقدم رکھا گیا ہے۔

سیواجی کو جو منصب عطا ہوا پنجہزاری تھا جسکو الفنسٹن صاحب اپنی کتاب کے نوٹ میں تیسرے درجہ کا منصب قرار دیتے ہیں۔ لیکن ہمارے نامور مورخ کو یہ معلوم نہیں کہ خود راجہ جے سنگھ کا منصب اسوقت تک پنجہزاری سے زیادہ نہ تھا اس فتح عظیم کے صلہ میں جب اُس کے

[1] رام سنگھ کا مفصل اور مستقل تذکرہ مآثر الامرا میں مذکور ہے۔

منصب پر دو ہزار کا اضافہ ہوا ہے تب جاکر وہ ہفت ہزاری ہوا ہے۔ ماثر عالمگیری میں ہے:

نوزدہم ذوالحجہ کہ خبر فتح قلعہ پورندھر وکیفیت آمدن سیوا بسامع جاہ وجلال رسید دو ہزار سوار از تابینان شش دو اسپہ، سہ اسپہ مقرر فرمودہ کہ منصبش از اصل و اضافہ ہفت ہزاری ہزار دو اسپہ سہ اسپہ باشد۔[1]

راجہ جے سنگہ ریاست جے پور کا رئیس دربار عالمگیری کا سب سے معزز سردار اور ان سب سے بڑھ کر سیواجی کا فاتح اور سرشکن تھا۔ ہمارے یورپین دوست یہ چاہتے ہیں کہ ایک مفتوح باغی ایک فاتح حکمران کا ہمسر بنا دیا جاتا۔

راجہ جے سنگہ پر موقوف نہیں خود وزیر اعظم **فاضل خاں** کا منصب پنجہزاری سے زیادہ نہ تھا۔ اس سے بڑھ کر یہ کہ **مہارانا اودیپور** سے زیادہ کوئی ہندوستان میں راجہ معزز نہ تھا لیکن اس خاندان نے دربار شاہی سے ربط پیدا کیا تو جہانگیر نے **راناکرن** کو بھی پنجہزاری منصب دیا۔ اس کے بعد شاہ جہاں نے سنہ ۱۰۳۸ھ میں **راناجگت سنگہ** کو یہی منصب عطا کیا اس کے بعد راناراج سنگہ کو دربار عالمگیری سے یہی منصب عطا ہوا۔ چنانچہ **راناکرن** کے تذکرے میں ماثر الامرا نے منصب کے یہ تمام واقعات درج کئے ہیں۔ کیا سیواجی اودیپور کے مہارانوں سے بھی زیادہ معزز درجہ رکھتا تھا؟ ان سب کے علاوہ خود سیواجی کے باپ ساہوجی نے سنہ ۳ جلوس میں جب شاہ جہاں کے دربار میں رسائی حاصل کی ہے تو شاہ جہاں نے اسکو بھی پنجہزاری منصب عنایت کیا تھا[2]

سیواجی کی اطاعت کا سلطنت پر کیا احسان تھا۔ شاہی فوجوں نے اس کے تمام علاقے فتح کر لئے تھے وہ قلعے میں چاروں طرف سے گھر چکا تھا۔ اس کے خاص صدر نشین قلعے کے برجوں پر شاہی پھریرا اڑ چکا تھا۔ ان مجبوریوں سے وہ ہتیار رکھ کر غلاموں کی طرح آیا اور دربار میں روانہ کیا گیا۔ تاہم اس کے استقبال کے لئے عالمگیر نے دربار میں سب سے زیادہ جو شخص موزوں ہو سکتا تھا

---

[1] عالمگیر نامہ کاظم شیرازی صفحہ ۹۰۰، [2] ماثر الامرا جلد دوم صفحہ ۲۴۲ و ۲۴۳

اسکو بھیجا۔ پنجہزاری امرا کی صف میں جو خود راجہ جے سنگھ کا منصب تھا اسکو جگہ دی۔ اس سے زیادہ اور کیا چاہتا تھا؟ کیا شہنشاہ ہند ایک مفتوح رہزن کے لئے تخت سے اتر آتا بے شبہہ یورپ اس قسم کی جھوٹی اور مکارانہ خوشامد و نکی مثالیں پیش کرسکتا ہے۔ لیکن اسلام سے اس کی توقع نہیں رکھنی چاہیے۔

منصب کی بحث چھوڑ کر سیواجی کا جو اعزاز کیا گیا اس کی کیفیت مآثرِ عالمگیری کی عبارت ذیل سے معلوم ہو گی۔

چوں بہ بارگاہ خلافت رسیدہ کامیاب تقبیل سدۂ سنیہ گردید بعد از تقدیم آداب ملازمت بہ اشارۂ والا برلیساط قرب و منزلت باریافت و در مقامے مناسب۔ کہ جائے مقربان پیش گاہ دولت بود با امرائے نامدار و نوئینان رفیع مقدار دوش بر دوش ایستادہ

جس کتاب کی یہ عبارت ہے وہ خاص عالمگیر کے حکم سے روزنامچہ کے طور پر لکھی گئی ہے اور عالمگیر کو اس کا مسودہ دکھا کر منظور کرالیا جاتا تھا۔ اس بنا پر یہ الفاظ گویا عالمگیر کی زبان کے ہیں ان الفاظ میں صاف تصریح ہے کہ سیوا کو دربار میں وہ جگہ دی گئی جو مقربان دولت اور امرائے نامدار کی جگہ تھی۔ اگر عالمگیر سیواجی کی تحقیر چاہتا تو اپنے روزنامچہ میں کیوں لکھواتا کہ اسکی توقیر اور عزت کی گئی دربار میں جو کچھ ہوا وہ ایک وقتی کارروائی تھی۔ جو گھنٹہ دو گھنٹہ سے زیادہ نہیں رہ سکتی تھی۔ لیکن تاریخ کی عمر قیامت کے دامن سے بندھی ہے اس لئے اگر عالمگیر کو سیوا کی تحقیر مقصود ہوتی تو کیا وہ پسند کرتا کہ گھڑی دو گھڑی کے لئے اسکو ذلت دے اور قیامت تک کے لئے اسکی توقیر اور عزت کا واقعہ تاریخ میں درج کرا جائے۔

یورپین مورخوں کے علاوہ خافی خاں کا بیان ہے جس نے ناراضی کے حسب ذیل اسباب بتلائے ہیں

(۱) سیواجی کے بیٹے کو اس سے پہلے پنجہزاری منصب عطا ہو چکا تھا۔ اس لئے باپ کی عزت بیٹے سے زیادہ ہونی چاہئے تھی۔

(۲) جے سنگھ نے جو اسکو امیدیں دلائی تھیں بادشاہ کی طرف سے اسکا اظہار نہیں ہوا۔

(۳) اس کا استقبال اس شان سے نہیں ہوا جو اس کے خیال میں تھا۔

استقبال کے متعلق تو ہم پہلے لکھ چکے ہیں۔ باقی دو اعتراض توجہ کی قابل ہیں۔

اصل سوال یہ ہے کہ راجہ جے سنگہ نے سیوا کی نسبت کیا سفارش کی تھی جس کی بناپر سیوا نے دربار میں جانا منظور کیا تھا۔ عالمگیر نے اس سفارش کو منظور کیا یا نہیں اور جو امیدیں کہ سیوا کو دلائیں تھیں وہ عالمگیر کی طرف سے پوری کی گئیں یا نہیں۔

اس بات پر تمام مورخین متفق ہیں کہ جب سیوا دربار سے ناراض ہو کر چلا آیا تو عالمگیر نے حکم دیا کہ راجہ جے سنگہ کو کیفیت واقعہ سے اطلاع دیجائے۔ وہاں سے جو جواب آئے اپر عمل کیا جائے۔ خود خافی خاں لکھتا ہے۔

حکم نمودند کہ حقیقتہ براجہ جے سنگہ نوشتہ تا رسیدن جواب کہ انچہ مصلحت صوابدید داند بعمل آید سیوا بہ مجرا نیاید

ماثر عالمگیری میں ہے:۔

منشور متضمن این کیفیت بہ راجہ جے سنگہ اصدار یافت کہ انچہ صلاح داند معروض دارد تا با و معاملہ رود راجے سنگہ نے جو جواب بھیجا۔ وہ صرف اسقدر تھا کہ اس کا جرم معاف کردیا جائے۔ ماثر عالمگیری میں ہے:۔ دریں اثناء ضمانت راجہ جے سنگہ نیز رسید کہ با او عہد وقول درمیان آوردہ ام گذشتن از جرم اس مخذول بہ اکثر مصالح اقرب ست۔

چنانچہ اس عرضی کے آنیکے بعد سیوا کی نگرانی کا جو حکم تھا اٹھا لیا گیا اور وہ مطلق العنان کر دیا گیا میں نے بنارس میں ایک مشہور خاندان کے ہاں ایک قلمی بیاض دیکھی جس میں راجہ جے سنگہ کے وہ خطوط ہیں جو اس نے سیوا کے معاملات اور مہمات کے متعلق عالمگیر کو لکھے تھے۔ ایک خاص خط اس معاملے کے متعلق ہے یہ خط ایشیائی عام طریقے کے موافق بہت لمبا ہے لیکن تمام خط میں یہ کہیں نہیں کہ میں نے سیوا سے ہفت ہزاری منصب کا وعدہ کیا تھا نہ اس قسم کی اور کوئی خواہش مذکور ہے۔ صرف اس قدر ہے کہ اسکی خاطرداری کی جائے۔

تمام موافق و مخالف مورخوں نے لکھا ہے کہ راجہ جے سنگھ نے سبھاجی (فرزند سیواجی) کے لئے پنجہزاری منصب کی سفارش کی تھی وہ منظور ہوئی اسی طرح نیتوجی (سیواجی کا داماد) اور سرلشکر کے متعلق پنجہزاری کی سفارش راجہ جے سنگھ نے کی اور منظور ہوئی۔

جب یہ مسلم ہے کہ جے سنگھ کی سفارشیں سبھاجی وغیرہ کی نسبت پوری پوری منظور ہوئیں۔ جب یہ مسلم ہے کہ کوئی مورخ کنایۃً بھی دعوے نہیں کرتا کہ جے سنگھ نے سیواجی کے لئے ہفت ہزاری وغیرہ منصب کی سفارش کی تھی۔

جب یہ مسلم ہے کہ اس واقعہ کے بعد جب عالمگیر نے جے سنگھ سے حقیقت حال اور صلاح پوچھی تو اس نے صرف عفو تقصیر اور استمالت کی درخواست کی تو بداہۃً ثابت ہے کہ سیوا سے ہفت ہزاری وغیرہ کا کوئی وعدہ نہیں کیا گیا اور نہ کوئی امر وعدے کے خلاف عمل میں آیا اسی بنا پر جے سنگھ نے صرف یہ درخواست کی کہ سیوا کی گستاخی جو اس سے دربار میں سرزد ہوئی معاف کر دی جائے۔ چنانچہ کوتوال کو جو حکم دیا گیا تھا کہ سیوا کی نگرانی رکھی جائے وہ اُٹھا لیا گیا۔

خافی خاں کا یہ اعتراض کہ سبھاجی کو جو منصب عطا ہوا تھا سیوا کو اس سے زیادہ عطا ہونا چاہیے تھا بظاہر لگتی ہوئی بات ہے لیکن واقعہ یہ ہے کہ دربار تیموری میں اکثر ایسا ہوتا تھا کہ باپ بیٹے کو ایک درجہ کا منصب عطا کیا جاتا تھا اور چونکہ ابتداءً کسی شخص کو پنجہزاری سے زیادہ منصب نہیں مل سکتا تھا۔ اس لئے سیوا کو بھی پہلے پہل یہ منصب دیا جا سکتا تھا جن لوگوں کو ہفت ہزاری اور دہ ہزاری وغیرہ منصب ملے ہیں۔ سب ترقی کرتے کرتے اس درجہ تک پہنچے ہیں۔ یہ قاعدہ کلیہ سیوا کے لئے توڑا نہیں جا سکتا تھا۔

یورپین مورخین کا یہ دعوے کہ اگر سیوا سے اچھا برتاؤ کیا جاتا تو وہ حلقہ بگوش بنجاتا کس قدر تاریخی شہادتوں کے خلاف ہے۔ سیوا کی تمام زندگی میں پابندی عہد کا کون سا واقعہ ہے؟ افضل خاں کا دغابازانہ قتل بیجاپور اور گلکنڈہ کے ساتھ مکارانہ سازشیں ہر دن

اور قصبوں پر غفلت اور بے خبری میں چھاپے مارنا کیا ان واقعات سے اسی قسم کے نتائج کی امید ہو سکتی تھی ؎

شدم آگاہ زود از خوئی آں بیداد گر وحشی ... اگر بعد از وفا ایں کار ہا کردے چہ میکردم

پچھلے بیانات سے اسقدر تو قطعاً ثابت ہو چکا کہ مرہٹوں کو عالمگیر نے نہیں چھیڑا تھا - بلکہ شاہجہاں کے زمانے میں وہ اسقدر قوت پکڑ چکے تھے کہ شاہ جہاں کو اپنی تمام قوت ان کے مقابلے میں صرف کر دینی پڑی تھی اور اس نے اس مہم کے سر کر دینے کے لیے خود دکن کا سفر کیا تھا یہ واضح ہو چکا کہ عالمگیر کی فوج نے سیوا کو اس قدر دست پاچہ کر دیا تھا کہ وہ ہتھیار کے بغیر سپہ سالار کے پاس حاضر ہو گیا - یہ امر بھی تمام تاریخی شہادتوں سے فیصل ہو چکا کہ عالمگیر نے سیوا کے ساتھ جو برتاؤ کیا تو کسی طرح سیوا کے مرتبے اور شان کے خلاف نہ تھا اب گفتگو اسمیں ہے کہ سیوا نے اپنی قوت قائم کر لی اور اخیر تک وہ عالمگیر کا حریف مقابل رہا - اور اس کے مرنے کے بعد اس کے جانشینوں نے عالمگیر کی سلطنت کا سارا نظام درہم برہم کر دیا - تمام یوروپین مورخوں کا بیان ہے کہ عالمگیر مرہٹوں کے مقابلے سے بالکل عاجز آگیا تھا یہاں تک کہ اسی نے مرہٹوں کو چوتھ یعنی دکن کے چھ صوبوں کی چوتھائی آمدنی دینی منظور کر لی - الفنسٹن صاحب اگرچہ چوتھ دینے کے واقعہ سے منکر ہیں تاہم لکھتے ہیں کہ اورنگ زیب کے سرداروں کے تغیر و تبدل سے سیواجی کو بہت بڑا فائدہ حاصل ہوا - اس لیے کہ راجہ جسونت شاہزادہ معظم کی طبیعت پر حاوی اور بادشاہ کی نسبت ہندوؤں کا زیادہ خیرخواہ تھا - علاوہ اسکے لوگوں کو یہ بھی یقین کامل تھا کہ وہ بھی لالچی ہے اور روپیہ کی بات تھوڑی بہت ملتا ہے غرضکہ ان ذریعوں سے سیواجی نے [illegible] کیا اور نتیجہ یہ مترتب ہوا کہ اسکی اور شاہزادہ معظم کی تائید و اعانت سے ایسی [illegible] بادشاہ سے [illegible] کی کہ وہ اسکی توقع سے زیادہ تہیں - چنانچہ سیواجی کو [illegible] کا خطاب دیا گیا اور صوبہ برار میں اسکو جاگیر عنایت کی گئی اور راجا جی کہ

خطاب اسکا تسلیم کیا گیا اور سارے قصوروں سے اسکی چشم پوشی برتی گئی[۱] مفصل بحثوں سے پہلے ہم کھلاتے ہیں کہ یوروپین مورخ کس طرح واقعہ کی اصلی حیثیت بدلکر دوسرے قالب میں اسکو ڈھال لیتے ہیں واقعہ یہ ہے کہ جب سیوا بھاگ کر دکن پہنچا اور سنہ ۱ جلوس میں معظم شاہ بہمراہی جسونت سنگہ دکن کی صوبہ داری پر مامور ہوا تو سیواجی نے جسونت سنگہ کے پاس پیغام بھیجا کہ میں اپنے بیٹے سنبھاجی کو بھیجتا ہوں اسکو فوج میں کوئی عہدہ عنایت کیا جائے جسونت سنگہ نے یہ درخواست منظور کی سیواجی نے سنبھا کو ایک ہزار فوج کے ساتھ شہزادہ معظم کی خدمت میں بھیجا چونکہ سنبھاجی کو پہلے بھی پنجہزاری منصب عالمگیر کے دربار سے مل چکا تھا اور سیواجی کے نظربند ہونے کی حالت میں بھی وہ دربار کی حاضری سے روکا نہیں گیا تھا بلکہ روزانہ حاضر ہوکر مجرا بجالاتا تھا اس لئے معظم شاہ نے سنبھا کو پنجہزاری منصب عنایت کیا اور صوبہ برار میں اس کو جاگیر عنایت کی مآثر الامرا جلد دوم صفحہ ۲۸۳ میں ہے

بعد رسیدن بادشاہزادہ بمہاراجہ جسونت سنگہ پیغام کرد کہ سنبھا پسر خود را می فرستم بمنصب سرفراز شود و با جمعیت بکار مامورہ پردازد پس از پذیرائی شدن این معنی پسر مزبور را بر بر تاپ راے نامی کارپرداز و جمعیت یکہزار سوار فرستادہ بعد ملازمت بہ منصب پنجہزاری پنجہزار سوار و عطاے فیل با یراق مرصع و تیول در صوبہ برار وغیرہ سربلندی یافت۔

یہی عبارت ہی جس سے الفنسٹن صاحب نے واقعات مذکورۂ بالا اخذ کئے ہیں لیکن اسے کس رنگ آمیزی سے کام لیا ہے سیواجی نے اطاعت کی درخواست کی اور اپنے بیٹے کو ملازمت میں بھیجا درخواست منظور ہوئی اور عہدہ بحال ہوا عہدہ کی بحالی اور جاگیر کا عنایت ہونا دربار کی معمولی باتیں تھیں۔ سینکڑوں عہدہ دار جرم کرتے تھے برطرف ہوتے تھے۔ معافی مانگ کر بحال ہوتے تھے اور ان کے منصب و جاگیر واپس ملتے تھے۔ اس میں غیر معمولی اور غیر متوقع نیابات ہی؟ لیکن الفنسٹن صاحب فرماتے ہیں کہ "ایسی ایسی عمدہ شرطوں پر بادشاہ سے آشتی کی کہ وہ اس

---

[۱] ترجمہ تاریخ الفنسٹن صاحب مطبوعہ علی گڈہ صفحہ ۵-۱۱ ۱۲

کی توقع سے خارج تھیں"۔ یہ غیر متوقع شرطیں کیا تھیں وہی عہدہ کی بحالی اور جاگیر۔ راجائی کے خطاب کا مآثرالامرا میں ذکر نہیں۔ لیکن ہوتا بھی تو کیا؟ راجائی کا خطاب چھوٹے چھوٹے عہداروں تک کو ملتا تھا سنبھاجی کو بھی یہی خطاب ملا تھا۔ لیکن الفنسٹن صاحب اسی خطاب کو اس حیثیت سے ظاہر کرتے ہیں گویا سنبھاجی رئیس خودمختار تسلیم کیا گیا۔ ان سب کے علاوہ راجائی کا خطاب سنبھاجی کو عطا ہوا تھا۔ الفنسٹن صاحب اس کو سیوا جی کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ سنبھاجی کو صرف جاگیر عطا ہوئی تھی جو عموماً عہدہ داروں کو عطا ہوا کرتی تھی۔ الفنسٹن صاحب فرماتے ہیں کہ "اس کا ملک اس کو واپس ہوا۔ گویا عالمگیر نے انکا صاحب ملک ہونا تسلیم کرلیا تھا۔ غور کرو ایک ذراسی عبارت کے مطلب میں الفنسٹن صاحب نے کس قدر تصرفات کئے اور کس قدر توبرتو تحریفات۔ چوتھ کا یہ واقعہ ہے کہ دکن میں ایک مدت سے یہ قاعدہ چلا آتا تھا اور زمانہ حال تک باقی تھا کہ تحصیلدار اور کلکٹر کے بجائے دیسمکھ ہوتے تھے۔ یہ مال گذاری وصول کرکے سرکار میں داخل کرتے تھے اور ان کو رقم موصولہ کا دسواں حصہ یا اس سے زائد ملتا تھا۔ سیوا جی اور اس کے جانشین سنبھاجی اور رام راجا جب مرگئے تو تارا بائی نے جو رام راجا کی زوجہ اور نہایت بہادر اور صاحب حوصلہ تھی۔ مدت تک شورش اور فساد کا سلسلہ قائم رکھا۔ لیکن بالآخر عاجز آکر یہ درخواست کی کہ نو روپیہ فی صدی پر دیسمکھی کا منصب عطا کیا جائے۔ لیکن عالمگیر نے منظور نہ کیا خافی خاں لکھتا ہے۔

> دراواخر عہد خلد مکان (عالمگیر) ہر چند وکلائے تارا بائی رانی کہ ان رام راجا بعد وفات شوہر تا دہ دوازدہ سال مخالفت با پادشاہ می نمود التماس مصالحہ بشرط عطا نمودن سردیسمکھی شش صوبہ دکن بدستور فی صد نہ روپیہ رجوع آوردہ بود۔ پادشاہ مغفور از غیرت اسلام و بہ بیانات آوردن بعض سبب قبول نہ نمود (خافی خاں صفحہ ۸۲۰)

الفنسٹن صاحب بھی باوجود سخت مخالفت کے تسلیم کرتے ہیں کہ عالمگیر نے مرہٹوں کو چوتھ وغیرہ دینا منظور نہیں کیا۔ چنانچہ لکھتے ہیں:-

آپ یادشاہ کا حال ایسا پتلا ہوگیا تھا کہ کام بخش کے سمجھانے بجھانے سے آشتی کا خواہاں ہوا یہاں تک کہ اگر مرہٹوں کی بیہودہ درخواستوں اور ناشائستہ حرکتوں سے آشتی کی کھا پڑھی منقطع ہوتی تو گمان غالب تھا کہ وہ ساہو کو قید سے رہائی بخشتا اور دکن کے محاصل سے فی صدی سالانہ اسی طرح عنایت کرتا کہ اسکی بات کو بٹہ نہ لگتا" صفحہ ۱۲۶[۱]

عالمگیر کے بعد ۱۱۱۹ھ ہجری یہ زمانہ بہادر شاہ راجہ ساہو کی وکیل نے ذوالفقار خان کے ذریعہ سے سردیسمکھی کی سند کی درخواست کی بہادر شاہ نے منظور بھی کر لیا۔ لیکن مرہٹوں کی آپس کی نا اتفاقی کی وجہ سے ملتوی رہ گئی۔ مولوی غلام علی آزاد نے خزانہ عامرہ میں غلطی سے لکھدیا ہے کہ عالمگیر نے سند لکھدی تھی لیکن پھر اسکی رائے پھر گئی۔ آزاد کی عبارت یہ ہے:-

آخر رائے یادشاہ برگشت و سرلنگ ماند کہ ہنوز اسناد حوالہ غنیم (مرہٹہ) نہ کردہ بود حضور طلبید[۲]

آزاد کا بیان اگرچہ تمام مورخوں کے خلاف ہے تاہم اس کا حاصل یہی ہے کہ بالآخر عالمگیر نے مرہٹوں کی درخواست منظور نہیں کی۔ ان شہادتوں کے مقابلے میں یوروپین مورخوں کا یہ بیان کس قدر تعجب انگیز ہے۔ لیکن اگر تسلیم بھی کر لیا جائے تو سر دیسمکھی کا عہدہ رعایا اور ماتحتوں کو دیا جاتا ہے بالکل اس طرح جس طرح یہاں انگریزی گورنمنٹ سے پہلے چودہری اور مکھیا ہوتے تھے۔ آج بھی دکن میں سینکڑوں ویسمکھ موجود ہیں۔ لیکن یوروپین مورخوں نے اس کی تعبیر اس طرح کہ آج تمام جدید تعلیم یافتہ یہ سمجھتے ہیں کہ عالمگیر نے دب کر بطور خراج باجگذار کے مرہٹوں کو یہ رقم دینی منظور کر لی تھی ان واقعات سے قیاس ہو سکتا ہے کہ صرف ایک لفظ کے مفہوم بدل دینے سے تاریخ کا رخ کس طرح بدل جاتا ہے۔ چوتھ یا دیسمکھی کا منظور کرنا تو محض افترا ہے۔ تاہم اس سے اصل بحث کا فیصلہ نہیں ہوتا۔ مخالف کہہ سکتا ہے اور کہتا ہے کہ گو عالمگیر نے کوئی رقم دینی منظور نہ کی ہو لیکن مرہٹوں نے اسکی سلطنت کے ارکان متزلزل کر دئے تھے۔ الفنسٹن صاحب لکھتے ہیں:-

---

[۱] خافی خان صفحہ ۶۲۶ و ۶۲۷ [۲] خزانہ عامرہ مطبوعہ نولکشور صفحہ ۱۲۱ -

جوں جوں کہ مرہٹے لوگ۔ اورنگ زیب کی فوج اکبر کے قریب آتے گئے اسی قدر اسکی مشکلات زیادہ ہوتی گئیں یہاں تک کہ کبھی کبھی زمن فشکر تک لوٹتے مارتے آتے تھے اور رسد و نکو کاٹتے تھے اور مویشیوں کو سامنے سے اٹھا لیجاتے تھے اور چرکٹوں کو مار ڈالتے تھے اور ایسا تنگ پکڑا تھا کہ جنبک قومی محافظونکا گروہ ہمراہ ہوتا تھا تب تک اکیلا دکیلا چھاونی سے باہر نہیں جاسکتا تھا اور اگر کوئی معمولی بکرا فوج کا ان کی دوت دیک کے لیے روانہ کیا جاتا تھا تو وہ لوگ اس بکرٹے کو مار پیٹ کر بھگاتے تھے۔ یا بالکل تباہ کردیتے تھے۔ عالمگیر کا پہلا جنگی کام یہ تھا کہ وہ احمد نگر کو لوٹا اور لوٹنے کا حال اسکی ہاری تھکی مویشیوں اور ٹوٹی پھوٹی فوجوں سے سمجھا جاسکتا ہے۔ چنانچہ لشکر کی بھیر بھاڑ افسردگی پژمردگی اور بے انتظامی سے پیچھے کو لوٹتی تھی اور بندوقچیوں کے متواتر گولی چلانے کے کان ان کے بہرے ہوگئے تھے اور بھالے والوں کے دھاووں اور للکاروں سے بہت گھبرا گئے تھے اور ہر وقت ان کو یہی کھٹکا رہتا تھا کہ اب ہمٹوں کی جانب سے عام دھاوا ہوگا اور ہماری بربادی کمال کو پہنچ گی۔

ان واقعات کے طے کرنے کے لئے ہم کو پہلے سیواجی اور اس کے جانشینوں کی مختصر تاریخ پیش نظر رکھنی چاہیے۔ سیواجی جب اکبر آباد سے نکل کر دکن پہنچا تو ریاست گولکنڈہ کی اعانت سے شاہی علاقوں پر غارت گری شروع کی اور متعدد قلعوں پر قابض ہوگیا۔ عالمگیر نے اس کی تنبیہ کے لئے وقتاً فوقتاً فوجیں متعین کیں جو کبھی فتح پاتی تھیں اور کبھی شکست کھاتی تھیں بالآخر ۲۳ سنہ جلوس مطابق ۱۰۹۰ ہجری میں سیوا نے وفات پائی سیوا کے بعد اسکا بیٹا سنبھاجی جانشین ہوا۔ اس نے برہان پور پر دفعتاً حملہ کرکے نہایت سفاکی اور بیدردی سے تمام شہر کو لوٹا اور شہر میں آگ لگادی۔ علما اور مشائخ برہان پور نے ایک محضر طیار کرکے عالمگیر کے پاس بھیجا کہ یہ ملک اب دار الحرب ہوگیا اور اب یہاں جمعہ اور جماعت جائز نہیں۔ عالمگیر نے اب تک مرہٹوں کی شرارتوں پر چنداں توجہ نہیں کی تھی۔ لیکن اس واقعہ نے

نے اسکو متاثر کیا اور محضر کے جواب میں لکھا کہ میں خود آتا ہوں ۲۵ سنہ جلوس میں وہ دکن کو روانہ ہوا اور اورنگ آباد میں قیام کرکے اپنے بڑے بیٹے معظم شاہ کو مرہٹوں کے استیصال کے لئے روانہ کیا معظم شاہ دکن کے تمام علاقوں کو پامال کرتا ہوا انتہائے حد تک پہنچ گیا۔ لیکن آب وہوا کی روات اور رسد کی نایابی کی وجہ سے ہزاروں آدمی اور مویشی تباہ ہو گئے اور بالآخر عالمگیر نے اسکو واپس بلالیا اس کے بعد وقتاً فوقتاً فوجیں متعین ہوتی رہیں۔ لیکن چونکہ سیھاجی کو بیجاپور اور حیدر آباد سے مدد ملتی رہتی تھی۔ اس لئے کامیابی نہیں ہوتی تھی۔ عالمگیر نے مرہٹوں کی طرف سے توجہ ہٹا کر حیدر آباد کی طرف رخ کیا اور اس کو فتح کرکے ممالک مقبوضہ میں داخل کرلیا۔

اس مہم سے فارغ ہوکر ۳۲ سنہ جلوس مطابق ۱۱۰۰ھ ہجری میں مقرب خاں کو سنبھا کے استیصال کے لئے روانہ کیا۔ مقرب خان نے کولاپور میں پہنچکر مقام کیا یہاں اسکو خبر لگی کہ سنبھا دو تین ہزار سواروں کے ساتھ سنگمیر میں مقیم ہے۔ اگرچہ یہ مقام کولاپور سے ۴۵ کوس کے فاصلہ پر تھا اور راستہ اس قدر دشوار گذار تھا کہ جا بجا مقرب خاں کو گھوڑے سے اتر کر پیادہ چلنا پڑتا تھا تاہم اس تیزی سے یلغار کرتا ہوا پہنچا کہ سنبھا خبردار بھی نہ ہونے پایا اور مقرب خاں نے اس کو جالیا چونکہ مقرب خاں کے ساتھ صرف دو تین سو سوار تھے۔ سنبھا نے مقابلہ کیا۔ لیکن شکست کھائی اور مع اہل و عیال کے زندہ گرفتار ہوا۔ چونکہ سنبھا سخت سفاک اور ظالم تھا اور صرف مسلمان ہی نہیں بلکہ ہندو بھی اسکی سفاکیوں اور بے رحمانہ غارتگریوں سے نالاں تھے۔ جب اسکی گرفتاری کی خبر مشہور ہوئی۔ تو تمام ملک میں خوشی کے غلغلے بلند ہوئے۔ جب وہ پابہ زنجیر ہوکر عالمگیر کے دربار میں روانہ کیا گیا تو راہ میں جدھر گذر ہوتا تھا شریف عورتیں تک گھر سے نکل آتی تھیں اور خوشیاں کرتی تھیں خافی خاں لکھتا ہے:-

تا آں مستورات گرفتہ تا مردان دست بپا باختہ از خوش وقتی ایں خبر خواب ننمودہ تا دو منزل تماشا ..... لشکر کوبان استقبال نمودہ بودند و در ہر قصبہ و دیہات سرراہ اطراف ہر جا خبر می رسید

دہل شادی نواختہ می گردید دہر جا گذر می نمودند در و بام پر از زن و مرد گشتہ شادی کناں تماشای نمودند۔

غرض سیبھا عالمگیر کے دربار میں حاضر کیا گیا اور چونکہ اس نے رُو در رُو عالمگیر کو سخت گالیاں دیں عالمگیر نے اسکی زبان کاٹنے کا حکم دیا۔ پھر آنکھیں نکلوا کر قتل کر دیا گیا۔ اسموقع پر یاد رکھنا چاہئے کہ عالمگیر کی پچاس برس کی حکومت کا عرصہ یہ ایک مستثنیٰ واقعہ ہے ورنہ اس نے کبھی کسی کو اس قسم کی وحشیانہ سزا نہیں دی۔ سیبھا کے ساتھ اسکا بیٹا ساہو اور اسکی ماں بھی گرفتار ہوئی تھی عالمگیر نے اس موقع پر ایسی فیاض دلی اور وسعت حوصلہ سے کام لیا جس کی نظیر تاریخوں میں بہت کم مل سکتی تھی اس نے ساہو کو جو سات آٹھ برس کا لڑکا تھا ہفت ہزاری کا منصب اور راجہ کا خطاب دیا اور اسکی سرکار قائم کر کے دیوان اور بخشی مقرر کئے اور حکم دیا کہ اسکا خیمہ ہمیشہ شاہی خیمہ کے ساتھ ایستادہ کیا جائے۔ اس کے چھوٹے بھائیوں یعنی مدن سنگھ اور اودے سنگھ کی بھی اسی طرح قدر افزائی کی۔ بے شبہ یہ بڑی فیاضی کا کام تھا۔ لیکن دور اندیشی سے دور تھا خافی خاں نے سچ لکھا کہ یہ افعی کشتن و بچہ نگہداشتن تھا۔ ہندوؤں کے مذہب میں قید کی حالت میں کھانا نہیں کھاتے۔ اس بنا پر ساہو صرف مٹھائی اور میوہ جات پر بسر کرتا تھا۔

عالمگیر کو یہ حال معلوم ہوا تو حمید اللہ خاں کو بھیجا کہ ساہو سے کہو "تم قید میں نہیں بلکہ اپنے گھر میں ہو۔ اس لئے تمکو بے تکلف کھانا چاہئے[۲]۔ عالمگیر کو اس کے مخالف متعصب اور تنگ دل کہتے ہیں۔ لیکن اگر تعصب اسی کا نام ہے تو ہزاروں بے تعصبیاں اسپر نثار کر دینی چاہئیں۔

عالمگیر کا برتاؤ اخیر تک ساہو کے ساتھ مربیانہ اور فیاضانہ رہا چنانچہ عالمگیر کے مرنے کے بعد ساہو نے خود مختاری کا علم بلند کیا۔ لیکن عالمگیر کے احسانوں کا پھر بھی اتنا پاس تھا کہ سب سے پہلے اس نے عالمگیر کی قبر کی جاکر زیارت کی۔ سیبھا کے مرنے کے بعد اس کا بھائی رام راجہ اُس کا جانشین ہوا اور متعدد موقعوں پر شاہی فوجوں کو سخت شکستیں دیں اسکی فوج کے دو بڑے

[۱] خافی خاں صفحہ ۲۸۹ [۲] مآثر عالمگیری صفحہ ۲۳۳ مطبوعہ کلکتہ [۳] مآثر الامرا جلد دوم صفحہ ۳۵۱

سردار سنتا دھنتا جودن، دس، بارہ، بارہ ہزار جمعیت کے ساتھ تمام ملک کو لوٹتے پھرتے تھے ان کا اس قدر رعب چھا گیا تھا کہ بادشاہی فوجیں ان کے مقابلہ سے جی چرانے لگے تھے۔ مخالفوں نے ان واقعات کو بڑے آب و رنگ سے بیان کیا ہے لیکن بہرحال نتیجہ یہ ہوا کہ ۱۱۰۶ہجری میں سنتا مقتول ہوا اور رام راجا جو اپنے مقامات سے بھاگ کر آوارہ گرد برار کے علاقہ میں قصبات اور دیہات کو لوٹتا تھا ۱۱۱۱ھ میں مرگیا رام راجا کے بعد اس کی بیوی تارا بائی نے مرہٹوں کی سرداری حاصل کی رام راجا کی طرح اس نے بھی لوٹ عالمگیر کو پریشان رکھا۔ اب عالمگیر نے قطعی ارادہ کیا کہ مرہٹوں کا بالکل استیصال کر دے اس کے لئے سب سے مقدم امر یہ تھا کہ مرہٹوں کے قلعے جو ان کے جائے پناہ تھے فتح کر لئے جائیں یہ قلعے ایسے محفوظ بلند مستحکم اور چاروں طرف سے غاروں اور خندقوں سے گھرے ہوئے تھے کہ ان کا فتح کرنا آدمی کا کام نہ تھا۔ بعض بعض دو میل کی بلندی پر واقع تھے۔

راج گڈھ کا قلعہ جو سیواجی کا گویا پائے تخت تھا اس کا دو بارہ میل کا تھا راستے اس قدر دشوار گذار تھے کہ کئی کئی دن کے متواتر سفر میں ایک ایک کوس طے ہوتا تھا لین پول صاحب مصائب راہ کے متعلق لکھتے ہیں

> کوچ کی حالت میں ناممکن العبور دریاؤں سیلابی وادیوں پر غلاب نالوں اور تنگ راستوں نے کس قدر تکلیفیں دی ہونگی جہاں سامان رسد مہیا ہوتا تھا اسکو ٹھیر جانا ہوتا تھا اور چارہ گھانس کے نہ ملنے سے جانوران باربرداری کی یہ حالت ہوجاتی تھی کہ فوج بیدست و پا ہوجاتی تھی۔ برسات کے سوا گرمیوں میں منزلوں کی سختی خیموں کی اذیت اور پانی نہ ملنے کی مصیبت بیان سے باہر ہے۔

عالمگیر کی عمر اس وقت ۸۶ برس کی ہوچکی تھی تاہم اس جوان ہمت بادشاہ نے بذات خود اس کی کمان لی اور بالآخر تمام قلعے ایک ایک کرکے فتح کر لئے۔ الفنسٹن صاحب نہایت ناگواری اور مجبوری سے شہادت دیتے ہیں۔

اورنگزیب بیجاپور پہنچ گیا۔ یہاں تک کہ اگلے چار برس میں مرہٹوں کے بڑے بڑے قلعوں کو اپنے
تصرف میں لے لیا۔ بہتوں کو اس نے یونہی چھوڑے اور قلعوں کے پیاسے واقع ہوئے اور دونوں
طرف طرح طرح کی تدبیریں اور بہادری اور جانفشانی کی خلوتیں برتی گئیں مگر وہ تدبیریں ایسی
موثر ثابت ہوئیں بعد ازاں وہی درج ہوئیں کہ تفصیل انکی نہایت مشکل بلکہ غیر ممکن ہے ہاں انجام ان کا
یہ ہوا کہ یہ قلعے مرہٹوں کے قبضہ سے فتح ہوگئے۔

غرض ۱۱۱۷ھ مطابق ۱۷۰۵ء یعنی عالمگیر کی وفات سے دو برس قبل مرہٹوں کے تمام قلعے اور مقبوضات فتح ہوگئے اور عالمگیر نے دیواپور میں جو دریائے کرشنا کے قریب ہے قیام کرکے ذوالفقار علی خاں کو اس کام پر معین کیا کہ تمام ملک میں امن و امان کی منادی کرادے اور رعایا کو ترغیب دیجائے کہ اپنے اپنے گھر پر آباد ہوجائیں۔ مرہٹے اب بالکل بے خانماں ہوگئے تھے اور غارتگرانہ بدوضعی سے ادھر ادھر قزاقوں اور ڈاکوؤں کی طرح چھاپے مارتے پھرتے تھے۔ جب کوئی نیا ملک فتح ہوجاتا ہے تو عموماً مدت تک یہ حالت باقی رہتی ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ جب انگریزی گورنمنٹ نے فتح کیا تو باوجود اس کے کہ ان بیچاروں کے پاس جنگ کا کوئی سروسامان نہ تھا۔ تاہم کئی برس تک اس قسم کی برہمی قائم رہی جس کی پاداش میں انگریزی فوجیں دیہات اور قصبات کو آگ لگاتی پھرتی تھیں۔ خود ہندوستان میں ابتدائی عملداری میں مدتوں تک پنڈارے کئی کئی سو میل تک کے دھاوے کرتے پھرتے تھے۔ اور اس وقت تک امن قائم نہ ہوسکا جب تک گورنمنٹ نے ان کو بڑی بڑی جاگیریں دے کر راضی نہیں کیا۔ اس سے بڑھکر تعصب اور ناانصافی کیا ہوگی یورپین مورخ ان قزاقیوں کو اس صورت میں دکھاتے ہیں کہ تیموری سلطنت ایک مردہ لاش سمجھی ہے کو مرہٹے چاروں طرف سے نوچنے لگے تھے۔ لفنسٹن صاحب لکھتے ہیں۔

جس قدر مرہٹے لوگ اورنگزیب کی فوج اکبر کے قریب آتے گئے اسی قدر مشکلات

سلطنت مآثر عالمگیری ... مطبوعہ علیگڈھ صفحہ ۱۱۷ ... مآثر عالمگیری صفحہ ۵۰۷ ۱۲

اس کی زیادہ ہوتی گئیں یہاں تک کہ کبھی کبھی دامن لشکر تک لوٹتے مارتے آتے تھے
اور مویشیوں کو سامنے سے اُٹھالے جاتے تھے اور چرکٹوں کو مار ڈالتے تھے اور پہرہ
چوکی والوں سے نوک جھوک کر جاتے تھے اور ایسا تنگ پکڑا تھا کہ جب تک قومی محافظوں
کا گروہ ہمراہ نہ ہوتا تھا تب تک اکیلا دوکیلا چھاؤنی سے نہ جا سکتا تھا۔ الخ۔

الفنسٹن صاحب نے گو مرہٹوں کی قوت اور عالمگیر کی بے بسی کو بڑے آب و رنگ سے دکھانا چاہا ہے۔ لیکن مرہٹوں کے جو اوصاف بیان کیے گئے یعنی رسد پر ڈاکہ ڈالنا مویشیوں کو اٹھالے جانا۔ پہرہ چوکی والوں کو چھیڑنا۔ چرکٹوں کو مار ڈالنا یہ تو وہی ڈاکوؤں اور رہزنوں کے اوصاف ہیں آج اس قوت اور تسلط پر سرحدی مقامات میں خود انگریزی گورنمنٹ کے ساتھ سرحدی قومیں اس قسم کی شرارتیں کرتی رہتی ہیں۔ کیا اس سے انگریزی گورنمنٹ کی کمزوری اور سرحدی قوموں کا تسلط اور استیلا ثابت کیا جا سکتا ہے

یہ بات ملحوظ رکھنا چاہیے کہ کسی طاقتور حکومت یا قوم کا استیصال دفعتہً نہیں ہو سکتا اودیپور کی ریاست کو بابر نے شکست دی لیکن اکبر کے زمانہ میں اسکی وہی قوت موجود تھی اکبر نے بڑے زور شور سے حملہ کیا اور مہینوں کے محاصرے کے بعد اودیپور کو کامل طور سے فتح کر لیا مہاراجہ نے بھاگ کر جنگلوں اور پہاڑوں میں پناہ لی تاہم جہانگیر کے زمانہ میں اودیپور کا وہی شباب تھا اب شاہجہاں ولیعہدی کی حالت میں گیا اور اس زور شور سے لڑا۔ کہ مہارانا نے سپر ڈال دی اور اپنے بیٹے کرن کو اظہار اطاعت کے لیے دربار میں بھیجا کرن نے دربار میں آکر جہانگیر کو سجدہ کیا۔ لیکن جب شاہ جہاں خود تخت پر بیٹھا تو یہ جھکی ہوئی گردن پھر بلند تھی۔ شاہجہاں نے دوبارہ یہ مہم سر کی لیکن عالمگیر کے زمانہ میں اودیپور وہی اکبر کے زمانہ کا اودیپور تھا۔ البتہ عالمگیر نے پے در پے حملوں سے اسکو بالکل تباہ کر دیا اور پھر کبھی سر نہ اٹھا سکا۔ مرہٹے شاہجہاں کے زمانہ میں پوری قوت حاصل کر چکے تھے۔ دکن سے مدراس تک پھیل گئے تھے۔ سینکڑوں نہایت مضبوط اور سر بفلک قلعے ان کے قبضہ

ہیں تھے ان سب باتوں کے علاوہ وہ ایک زندہ قوم بن رہی تھے اور یہ اس کا عین عروج شباب تھا۔ اسی حالت میں عالمگیر کو ان سے مقابلہ کرنا پڑا اب دیکھو نتیجہ کیا ہوا یہ ہوا ہے کہ عالمگیر کے جیتے جی سیوا مر گیا۔ سنبھا مارا گیا۔ رام راجا آوارگی اور صحرانوردی کی نذر ہوا۔ سنتا کا سر کٹ کر دربار میں پہنچا۔ غرض علم برادران بغاوت ایک ایک کرکے مٹادیئے گئے تمام قلعہ جات پر قبضہ کر لیا گیا اور دکن سے لیکر مدراس تک سناٹا ہو گیا ؎

ہیچ خارے نیست کز خون شکارے سرخ نیست　　　آفتے بود آں شکار افگن گزیں صحرا گذشت

اب مرہٹے کوئی حکومت یا کوئی قوم نہ تھے ملکہ خانہ بدوش رہزن تھی جو ادھر ادھر آوارہ پھرتے تھے اور موقع پاکر چوری چھپے لوٹ مار کرتے تھے۔ عالمگیر اس کے بعد ہی دنیا سے اٹھ گیا اب یہ انکے جانشینوں کا کام تھا کہ ان اڑتے ہوئے ذروں کو بھی فنا کر دیتے لیکن خوبی قسمت سے تیمور کی مسند معظم شاہ کے ہاتھ آئی اور بیدرد مورخوں نے نالائق خلاف کا الزام بلند پایہ اسلاف کے نامۂ اعمال میں لکھا۔ اس سے بڑھ کر کیا ناانصافی ہوسکتی ہے ؟ یہ حالت ہو کہ سکول کا ایک بچہ جس کے منہ سے ابھی دودھ کی بو آتی ہے۔ عالمگیر پر نکتہ چینی کے لئے طیار ہے لیکن درحقیقت ان نادانوں کا قصور نہیں ؎

قلم از عشوہ نمائیست کہ من میدانم　　　سر ایں فتنہ ز جائیست کہ من میدانم

اورنگ زیب عالمگیر

اور ہندوؤں کی ناراضی

عالمگیر کی فرد قرارداد جرم کا یہ چوتھا نمبر ہے۔ لیکن یہ جرم خود متعدد جرائم کا مجموعہ ہے یعنی (۱) عالمگیر نے اپنے طرز عمل سے راجپوت رئیسوں کو جو اب تک حکومت تیموری کے دست و بازو تھے ناراض کر دیا (۲) عالمگیر نے عام ہندوؤں کو ناراض کر دیا۔

پہلے جرم کو لین پول صاحب ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں۔
وہی قوم راجپوت جو اورنگ زیب کے آغاز حکومت میں سلطنت مغلیہ کا داہنا بازو تھی اب اس طرح علیحدہ ہوئی کہ پھر ملنے کی توقع نہ رہی جب تک اکبر کے تخت پر یہ بڑا دین دار متمکن رہا اس کی حمایت وحفاظت میں ایک راجپوت نے بھی اپنی انگلی ہلانا نہ چاہی۔ اس جرم کی تشریح لین پول صاحب نے اس طرح کی ہے۔

سنہ ۱۶۶۸ء میں اورنگ زیب کے سب سے زیادہ دوست لیکن سب سے زیادہ زبردست راجپوت راجہ جے سنگھ نے انتقال کیا۔ دوسرا مشہور راجپوت جنرل جسونت سنگھ کابل میں گورنری پر تھا اور اس کے مرنے کے دن قریب آرہے تھے۔ آخر کار اورنگ زیب آزاد ہوگیا۔ کہ ہندوؤں کی پامالی کی حکمت عملی کو جو ہر سچے مسلمان کا مقصد ہونا چاہیے اختیار کرے اس وقت ہندو کسی طرح ستائے نہیں گئے تھے اور نہ کوئی مذہبی روک ٹوک عمل میں آئی لیکن اس میں شک نہیں کہ اورنگ زیب جوش اسلام کو دل ہی دل میں پرورش کررہا تھا کہ بلا خوف نقصان کافروں کے مقابلہ میں اس کے اظہار کا وقت آئے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سنہ ۱۶۶۹ء میں یہ گھٹا اٹھی اور اورنگ زیب نے ایک اور کوتاہ اندیشی کارروائی۔

جسونت سنگھ کے معاملہ میں کی اس نے خواہش کی کہ جسونت سنگھ کے دونوں بیٹے تعلیم کے لئے دہلی میں بھیجدیے جائیں اور بیشک وہ اس کی نگرانی میں مسلمان کرلئے جاتے۔ راجپوتوں نے اسکی تعمیل نہ کی اور جب راجپوتوں نے سنا کہ اورنگ زیب نے وہی قدیم اسلامی ٹکس یعنی جزیہ از سر نو ایک ہندو پر قائم کیا ہے تو ان کے غصہ کی کوئی انتہا نہ رہی۔

یوروپین مورخوں کے اعتراضات (جیسا کہ آگے ثابت ہوگا) اگرچہ نہایت پا در ہوا ہوتے ہیں اور اس لئے ان کا جواب دینا نہایت ہی آسان بات ہے۔ لیکن بایں ہمہ جواب دینے والا سخت مشکل میں پڑجاتا ہے۔ یوروپین مورخین ایک اعتراض کے بیان کرنے میں جو خود غلط ہوتا ہے پے در پے اور بہت سے جھوٹ ملا جاتے ہیں۔ جواب دینے والا ایک جھوٹ

کا جواب دینا چاہتا ہے تو سامنے ایک اور جھوٹ نظر آتا ہے۔ ادھر متوجہ ہوتا ہے تو ایک اور جھوٹ نمایاں ہوتا ہے مسلسل دروغ بیانی اور افتراؤں کے ہجوم کے سبب بے اختیار ہم کو طیش آجاتا ہے اور بجائے اسکے کہ وہ سکون و اطمینان کے ساتھ اصل واقعہ کے انکشاف پر متوجہ ہو غصے سے بے قابو ہو جاتا ہے۔ خود مجھ پر بھی اثر پڑا ہے۔ لیکن میں ان حریفوں کو موقع نہ دوں گا کہ وہ میرے طیش و غضب سے فائدہ اٹھائیں یورپین مورخین نے ہندوں کی تاریخ کے جو اسباب بتائے ہیں ان میں خلط مبحث ہو گیا ہے۔ یعنی مذہبی اور پولیٹکل باتیں مل جل گئی ہیں اس لیے مسئلہ زیر بحث کی تحلیل اور تحقیق کے لیے ضرور ہے کہ دونوں سے الگ الگ بحث کیجائے پہلے ہم پولیٹکل اسباب سے شروع کرتے ہیں۔ ہندوں کے زور و قوت کے تین مرکز تھے۔ جے پور۔ جودھپور۔ اور اودیپور۔ ان میں سے جے پور اور جودھپور بالکل مطیع ہو گئے تھے لیکن اودیپور کی یہ حالت تھی کہ بابر سے لیکر شاہجہان تک کے زمانہ تک سلطے کے وقت انکی گردن جھک جاتی تھی لیکن جب مغل آور چلے آتے تھے پھر وہی سرکشی کا سر اونچا تا تھا شاہجہان نے جب بیماری کی حالت میں دارا شکوہ کو ولیعہد بنا کر اسکو سیاہ و سپید کا مالک بنا دیا تو اس زمانہ میں جیپور اور جودھپور کے جانشین راجہ جے سنگھ اور جسونت سنگھ تھے عالمگیر جب دکن سے اکبرآباد کو چلا تو دارا شکوہ کی طرف سے جسونت سنگھ ایک فوج گراں لیے ہوئے اوجین میں پڑا تھا عالمگیر نے نہایت الحاح سے کہلا بھیجا کہ میں حضرت اعلیٰ حضرت کی عیادت کو جاتا ہوں۔ تم سدراہ نہ ہو۔ لیکن جسونت سنگھ نے نہ مانا اور سخت معرکہ ہوا جسونت سنگھ نے شکست کھائی اور بھاگ نکلا۔ عالمگیر پر جب چتر حکومت سایہ فگن ہوا تو پہلے ہی سال جسونت سنگھ نے عفو تقصیر کی سلسلہ جنبانی کی اور عالمگیر نے فیاض دلی سے معاف کر دیا۔ شجاع سے (عالمگیر کا بھائی) جب معرکہ پیش آیا تو عالمگیر نے جسونت سنگھ کو فوج جرار کا افسر مقرر کیا لیکن جسونت سنگھ نے پہلے سے مرزا شجاع سے سازش کر لی تھی۔ چنانچہ جب دونوں فوجیں آمنے

سامنے مقابلہ پڑی ہوئی تھیں تو جسونت سنگھ رات کے پچھلے پہر دفعتہً اپنی تمام فوج کے ساتھ عالمگیر کی فوج سے نکلکر شجاع کی طرف چلا۔ اسکی فوج نے شاہی اسباب وخزانے پر دست درازی کی اور اس قدر برہمی ہوئی کہ عالمگیر کی کل فوج میں سے نصف کے قریب جسونت سنگھ کے ساتھ ہوکر شجاع سے جا ملی۔ یہ ایسا نازک موقع تھا کہ اس کے سنبھالنے کے لئے صرف عالمگیر کا دل ودماغ درکار تھا۔ عالمگیر کے جبین استقلال پر شکن تک نہیں پڑی اور اس ایسے مردِ سالار نے پھر بھی میدان اس کے ہاتھ رہا۔ چند روز کے بعد جسونت سنگھ کا جب کہیں ٹھکانا نہ تھا تو پھر حضور کا خواستگار رہا۔ عالمگیر نے پھر فیاضی دلی سے کام لیا اور چونکہ وہ شرم سے منہ دکھانا نہیں چاہتا تھا۔ عالمگیر نے غائبانہ اس کا منصب خطاب وجاگیر بحال کرکے احمد آباد کا صوبہ دار مقرر کردیا اور وقتاً فوقتاً اسکو بڑی بڑی مہمات[۱] پر مامور کیا یہاں تک کہ دکن میں سیواجی کے مقابلہ پر بھیجا۔ لیکن یہ غدار یہاں بھی اپنی فطری عادت سے باز نہ رہا۔ الفنسٹن صاحب لکھتے ہیں راجہ جسونت سنگھ شاہزادہ معظم کی طبیعت پر حاوی اور بادشاہ کی نسبت ہندؤں کا زیادہ خیرخواہ تھا علاوہ اس کے لوگوں کو یہ بھی یقین کامل تھا کہ وہ لوبھی لالچی ہے اور روپیہ کی بات تھوڑی بہت مانتا ہے غرضکہ ان وسیلوں سے سیواجی نے اسکو اپنا رفیق بنایا[۲]۔ جسونت سنگھ نے اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ راؤ بھاؤ سنگھ ہاڈا کو جو ریاست بوندی کا راجہ اور سہ ہزاری منصب رکھتا تھا اور اس مہم میں اسکا شریک تھا اپنے ساتھ شریک کرنا چاہا اور جب اس نے نمک حرامی سے انکار کیا تو اسکی بہن کو جو جسونت سنگھ کے عقد نکاح میں تھی وطن سے بلواکر بیچ میں ڈالا۔ لیکن اس وفادار نے اب بھی حق نمک کو قرابت پر مقدم رکھا۔ مآثر الامرا میں راؤ بھاؤ سنگھ کے تذکرے میں لکھا ہے:-

چون شیر دربھاؤ سنگھ بدست مہاراجہ جسونت سنگھ [illegible] بود مہاراجہ زن خود را از وطن طلب

۱؎ یہ تمام حالات اگرچہ خافی خان وغیرہ نے تمام تواریخ میں لکھے ہیں لیکن مفصل اور مسلسل تذکرہ مآثر الامرا جلد ۳ میں ہے۔ ۲؎ ترجمہ تاریخ الفنسٹن صاحب جلد ... صفحہ ... مآثر الامرا سے بھی اسی بات کی تائید ہوتی ہے۔

داشتہ واعظ نمود کہ بادے ساز موافقت کوک نمایند اما راو بہا ونسنگھ حق نمک مقدم داشتہ تن ہمو افقش درندارد۔

بالآخر جسونت سنگھ کابل کی مہم پر مامور ہوا اور سنہ ۲۲ جلوس عالمگیری میں قضا کر گیا جسونت سنگھ جب مرا تو اسکی کوئی اولاد نہ تھی۔ لیکن اس کے کارپردازوں نے دربار میں اطلاع دی کہ اسکی دو بیبیوں کو حمل ہے۔ لاہور میں پہنچکر انھوں نے دربار شاہی میں رپوٹ کی کہ دونو بیبیوں سے دو لڑکے پیدا ہوئے اس کے ساتھ درخواست کی کہ ان لڑکوں کو منصب ریاست اور خطاب عطا کیا جائے عالمگیر نے فرمان بھیجا کہ دونوں کو دربار میں بھیجدو جب وہ سن تمیز کو پہنچیں گے تو خطاب اور منصب عطا کیا جائے گا۔ مآثر عالمگیری میں ہے۔

حکم اقدس اعلی صادر شد کہ ہر دو پسر را بدرگاہ سپہر بارگاہ بیارند درگاہ پسران بسن تمیز خواہند رسید بعنایت منصب و راج نوازش خواہند یافت (صفحہ ۱۷۷)۔

چودھریوں کے دربار کا یہ ایک عام آئین تھا کہ جب کوئی بڑا عہدہ دار چھوٹے بچے چھوڑ کر مرجاتا تھا تو بادشاہ خود ان کو طلب کر کے اپنے دامن تربیت میں پالتا تھا اور شہزادوں کی طرح ان سے سلوک کیا جاتا تھا اسی اصول کے موافق عالمگیر نے جسونت سنگھ کے بچوں کو طلب کیا تھا۔ لیکن جسونت سنگھ کا جو طرز عمل ہمیشہ سے رہا اس کے افسروں پر بھی وہی رنگ چھا گیا تھا۔ چنانچہ انھوں نے شاہی حکم کے وصول ہونیکا انتظار بھی نہ کیا اور دلی کی طرف روانہ ہو گئے۔ دریائے اٹک پر سرحد نے اس بنا پر روکا کہ پروانہ راہداری دکھاؤ اسپر آمادہ جنگ ہوئے اور بہت سے آدمیوں کو قتل کر کے بزور دریا کے پار اترے دارالسلطنت کے قریب آئے تو انکی گستاخانہ اور باغیانہ حرکات کی بنا پر عالمگیر نے حکم دیا کہ شہر سے باہر مقام کریں اور کوتوال کو حکم دیا کہ ایک جمعیت کے ساتھ ان کو نظر بند رکھے چند روز کے بعد چند راجپوتوں نے وطن جانے کی درخواست کی عالمگیر نے منظور کی دی یہ فریب کا دھوکہ دے کر جسونت سنگھ کے بچوں کو چپکے چپکے اڑا لے گئے اور انکی جگہ دو جعلی بچے چھوڑ گئے۔

چونکہ یہ اہم بحث طلب واقعہ ہے جس پر آئندہ واقعات کی بنیاد قائم ہوئی ہے ۔ اس لئے ہم مزید اعتبار کے لئے خافی خاں کی اصلی عبارت نقل کرتے ہیں ۔

بعده ظاهر گردید که بعد فوت راجه متعلقان جماعت کثیر همراه او دو پسر خورد سال زاییده را که در آخر عمرش دو فرزند باسم اجیت سنگه و دلتھمن داشت مع رانی با همراه گرفته بے آنکه انتظار حکم حضور کشیده یا دستک و دستخط صوبه دار حاصل نمایند روانه حضور شدند لیکه که بر سر اٹک رسیدند میر بحر بعلت عدم دستک مانع آمد با او به پرخاش پیش آمده کار به فساد کشیده از راه آغشتن بجمعیت رسانیده به پرگنه سنگھی بهم رسیده بودند بدار الخلافه نزدیک دار الخلافه رسیده بودند انده که اثناد دنیا راجه جسونت غبار ملال در خاطر یاکی جا گذشته بود این شوخی را راجپوتیه متعلقان گردیده فرمودند که نزدیک شهر طرف باده پیله فرود آمدند و کوتوال را مامور ساختند که مردم خود را با جمعیت از منصب داران و متعینه توپخانه اطراف خیمه های راجپوتان راجه جسونت بطریق نظر بندی نگاه دارند الخ[1]

جسونت سنگھ کے افسر جسونت کے بچوں کو لیکر جودھپور پہنچے ۔ دربار ادے پور نے انکو اپنی حمایت میں لیا ۔ عالمگیر نے مہارانا کو فرمان بھیجا کہ باغیوں کی حمایت سے دستبردار ہو جائے اور جسونت کے بچوں کو حوالے کر دے مہارانا نے نہ مانا اسپر عالمگیر نے خود بڑھ کر فوجیں بھیجیں اور بالآخر مہارانا نے صلح قبول کی اور اقرار کیا کہ جسونت کے بچوں کی اعانت نہ کرے گا ۔ لیکن مہارانا بہت جلد اس اقرار سے پھر گیا اب عالمگیر نے اس کے انتقام کے لئے ہر طرف سے فوجیں طلب کیں اور اپنے چھوٹے بیٹے اکبر کو اس کا سپہ سالار مقرر کر کے اودے پور کی طرف روانہ کیا لیکن مہارانا نے اکبر کو یہ ترغیب دلا کر کہ ہم آپ کو بادشاہ تسلیم کر لیں گے ۔ آپ خود تخت تاج کا دعوے کیجئے اکبر کو توڑ لیا نا خلف شہزادہ کئی ہزار فوج لیکر خود عالمگیر کے مقابلہ کو بڑھا ۔ عالمگیر کی رکاب میں اس وقت صرف ہزار سوار تھے لیکن اس کے استقلال میں فرق نہ آیا اور بالآخر اکبر شکست کھا کر بھاگ گیا سلسلہ بیان کی ترتیب اور تمام واقعات کی یکجائی پیش

[1] اس کے بعد کا واقعہ چونکہ چنداں اہم اور مختلف فیہ نہ تھا اس لئے ہم نے وہ عبارت نقل نہیں کی ۱۲

نظر ہونیکے لئے ہم نے واقعات کو سادہ طور سے لکھدیا اب امور ذیل تنقیح طلب ہیں۔

(۱) کیا عالمگیر نے راجپوت ریاستوں کے ساتھ کوئی ناجائز سلوک کیا تھا جس کی وجہ سے وہ بغاوت پر مجبور ہوئے (۲) کیا عالمگیر ان راجپوتوں کو زیر نہ کرسکا۔ (۳) کیا راجپوت اس واقعہ کے بعد ہمیشہ کے لئے الگ ہوگئے۔ یورپین مورخوں کی رائے کے موافق ان سوالوں کا اجمالی جواب یہ ہے کہ عالمگیر نے خود راجپوتوں کو چھیڑا اور ان کو بغاوت پر مجبور کیا اور پھر ان سے اچھی طرح عہدہ برآ نہ ہوسکا اور راجپوت ہمیشہ کے لئے تیموری حکومت کے حلقہ اطاعت سے نکل گئے اور تفصیل گذر چکی کہ راجپوتوں کے تین مرکز تھے ان میں سے جیپور تو ہمیشہ مطیع رہا۔ الفنسٹن صاحب بھی اس واقعہ کو تسلیم کرتے ہیں اور لکھتے ہیں۔

جبکہ راجپوت راجاؤں نے منجملہ اپنے گروہوں کے ایک راجہ کے گھرانے پر ایسا ظلم اور زور دیکھا اور جزیہ کی ناگواری اس پر زیادہ ہوئی تو سارے راجپوت آپس میں متفق ہوگئے مگر راجہ رام سنگھ جیپور والا جس کے گھرانے کو بادشاہ کے خاندان سے رشتے ناتوں اور کئی پشتوں سے معزز عہدوں کی بدولت مضبوط اور مستحکم علاقہ تھا ان سے مستثنیٰ رہا۔

اب صرف جودھپور اور ادیپور رہ گئے۔ جودھپور کا رئیس جسونت سنگھ تھا اس نے عالمگیر کے ساتھ جو برتاؤ کئے یہ تھے کہ سب سے پہلے عالمگیر کے ساتھ برسر مقابل آیا۔

عالمگیر نے فتح پاکر اسکو معاف کردیا اور فوجی خدمت پر مقرر کیا لیکن شجاع کی لڑائی میں نہایت غدارانہ طریقہ سے رات کو چھپ کر دشمن سے جا ملا جس سے عالمگیر کی تمام فوج درہم برہم ہوگئی عالمگیر نے پھر عفو سے کام لیا اور جاگیر و خطاب و منصب عطا کر کے دکن پر بھیجا وہاں سیواجی سے سازش کی اس بنا پر کے مرنے پر راجپوت عالمگیر سے درخواست کرتے ہیں کہ اسکا ایک لڑکا جو پیدا ہوا ہے والی ریاست بنا دیا جائے۔ عالمگیر جواب دیتا ہے کہ ان کو دربار میں بھیجدو سن شعور کے بعد کچھ ملیگا۔ راجپوت جواب کا بھی انتظار نہیں کرتے اور دریائے اٹک پر شاہی عہدہ داروں کو مار کے دھاڑتے دلی میں پہنچتے ہیں عالمگیر ان کو نظر بند کرتا ہے ان واقعات میں کونسی بات انصاف کے خلاف ہے۔ الفنسٹن صاحب فرماتے ہیں کہ "جب راجپوت راجاؤں نے منجملہ اپنے گروہوں کے ایک راجہ کے گھرانے پر ایسا ظلم دیکھا" آخر یہ کیا ظلم تھا؟ کیا جسونت سنگھ کی سا کی

راجپوتوں کا طرز عمل ایسا تھا کہ عالمگیر ان پر بالکل اعتماد کر لیتا۔ کیا صغر سن بچوں کا دریا میں ملانا کوئی ظلم کی بات تھی؟ کیا راجپوتوں کا بغیر شاہی اجازت کے دارالسلطنۃ کا قصد کرنا عدول حکمی نہ تھی؟ کیا میر بحر کا ان کو روکنا میر بحر کے فرائض منصبی میں داخل نہ تھا؟ کیا میر بحر اور شاہی ملازموں سے مقابلہ کرنا اور ان کو قتل کرنا باغیانہ حرکت نہ تھی؟ کیا ان سب حرکات کے بعد ان کا نظربند کیا جانا عدل و انصاف کے خلاف تھا؟ لین پول صاحب راجپوتوں کی عدول حکمی اور برہمی کی وجہ یہ بتاتے ہیں کہ جسونت سنگھ کے بچوں کو عالمگیر مسلمان کر لیتا۔ لیکن عالمگیر نے سیواجی کے پوتے ساہوجی کو گرفتار کیا تو اس کی عمر سات برس کی تھی۔ عالمگیر نے خاص اپنی نگرانی میں رکھا شاہی خیمے کے برابر اس کا خیمہ کھڑا کرایا۔ اس کو ہفت ہزاری کا منصب اور خطاب نوبت و علم عطا کیا اور وہ برابر آخر عمر تک رکھا۔ باوجود اس کے اس کو کیوں مسلمان نہیں کیا؟ سیواجی کا پوتا تو جسونت سنگھ کے بیٹوں سے زیادہ جبر و ظلم کا مستحق تھا۔ اب رہا۔ دوسری وجہ لین پول صاحب یہ بیان کرتے ہیں کہ راجپوتوں کو جزیہ لگانے کی خبر پہنچ چکی تھی اس لیے غصے کی کوئی انتہا نہ رہی۔ جزیے کی بحث مذہبی امور کی بحث میں آگے آئے گی اس لیے ہم اسکو یہاں نہیں چھیڑتے۔ دوسرا امر تنقیح طلب یہ ہے کہ عالمگیر راجپوتوں کو زیر کر سکا یا نہیں۔ لین پول صاحب لکھتے ہیں۔

راجپوت صاحب کو بڑا ساخراش تو لگ گیا۔ لیکن وہ مرا نہ تھا جنگ کا سلسلہ جاری تھا آخرکار اودے پور کے رانا سے جسکو راجپوتوں کی طرف سے سب سے زیادہ نقصان پہنچا تھا اورنگ زیب نے ایک معزز صلح کر لی کیونکہ اس جنگ سے اب اورنگ زیب عاری ہو گیا تھا اس صلحنامہ میں نفرت خیز جزیہ کا نام تک بھی نہ آیا لیکن رانا کو اپنے ملک کا ایک قلیل حصہ اس فعل کے پاداش میں کہ وہ شہزادہ اکبر کا شریک ہو گیا تھا دینا پڑا اور میواڑ کے رانا نے تھوڑے ہی دنوں میں شرائط صلح نامہ پر پانی پھیر دیا۔

اللہ اکبر ان چند سطروں میں کس قدر جھوٹ کا انبار ہے۔ الفنسٹن صاحب فرماتے ہیں۔

خود اورنگ زیب کو ایسی لڑائی کے اختتام کی خواہش ہوئی چنانچہ اپنی تدبیر اور حکمت کا ادھ پچ

پس الفنسٹن صاحب اور لین پول کی عام عادت ہے کہ ہر موقع پر تواریخوں کا حوالہ دیتے ہیں لیکن ان واقعات کے بیان میں حوالہ کا نام نہیں لیکن ان سب دروغ بیانیوں سے بالاتر لین پول کا یہ بیان ہے کہ رانا نے کچھ عرصہ کے بعد اس صلح پر پانی پھیر دیا چونکہ اس دروغ بیانی میں لین پول کا اور کوئی شریک نہیں اس لیے ہم کو اس پر بحث کرنے کی ضرورت نہیں اخیر بحث یہ ہے کہ ان واقعات کے بعد کیا راجپوت ہمیشہ کے لیے تیموریوں سے الگ ہو گئے کیا انھوں نے کبھی بقول لین پول عالمگیر کی حمایت میں اپنی انگلی بھی ہلانی نہ چاہی - گذشتہ تمام واقعات عالمگیر کے ۲۴ سنہ جلوس تک ختم ہو گئے ہیں جگت سنگھ مہارانا اودیپور اسی سنہ میں مرا ہے اور عالمگیر نے اس کے بیٹے جے سنگھ کو خلعت، تعزیت اور خطاب وغیرہ عطا کیا ہے ۲۵ سنہ جلوس میں عالمگیر دکن روانہ ہوا اور اخیر عمر تک وہیں اطراف میں مرہٹوں سے لڑتا بھڑتا رہا - ان لڑائیوں میں اس کی فوج میں راجپوت اسی طرح نظر آتے ہیں جس طرح اور مسلمان قومیں - چنانچہ تاریخوں میں جہاں فوجوں کا ذکر آتا ہے - راجپوتوں کا نام بھی خاص طور پر آتا ہے مثلاً خافی خاں سنہ ۱۱۰۰ھ کے واقعات میں ٹھول کے ایک محاصرے میں لکھتا ہے:-

• از ہر یک بندہاے کار طلب شرط جاں فشانی بہ عرصہ ظہور رسید خصوص حمید الدین خاں و راجپوتان اسے حلاوت پیشہ و دیگر بہادران رزم جو تردداتے روئے کار آوردند تا آنکہ جمشید خاں با جمعے از راجپوتان روشناس بہ ہمراہ راو دلت و چندے دیگر بکار آمدند۔

یہی مورخ سنہ ۴۶ جلوس کے واقعات میں لکھتا ہے:-

اوائل ذی الحجہ سنہ چہل و شش سنہ ۴۶ جلوس راجہ جے سنگھ کہ عمر او بحد بلوغ رسیدہ بود بہ اتفاق مردم بادشاہ زادہ یورش نمودہ بحملہ پیاپے کہ از بالا گولہ سنگ اقسام آتشبازی چون تگرگ بلا فاصلہ می ریخت راجپوت بسیار و اکثر مردم شاہزادہ بکار آمدند۔

یورپین مورخ کہتے ہیں کہ ایک راجپوت نے بھی عالمگیر کی حمایت میں انگلی نہ ہلائی - لیکن واقعہ یہ ہے کہ نہ صرف فوجی راجپوت بلکہ راجپوتوں کے بڑے بڑے راجہ مہاراجہ اخیر وقت تک عالمگیر

کیف لفنسٹن صاحب اور لین پول کی عام عادت ہے کہ ہر موقع پر تاریخوں کا حوالہ دیتے ہیں۔ لیکن ان واقعات کے بیان میں حوالہ کا نام نہیں لیکن ان سب دروغ بیانیوں سے بالاتر لین پول کا یہ بیان ہے کہ رانا نے کچھ عرصہ کے بعد اس صلح پر پانی پھیر دیا چونکہ اس دروغ بیانی میں لین پول کا اور کوئی شریک نہیں، اس لیے ہم کو اس پر بحث کرنے کی ضرورت نہیں اخیر بحث یہ ہے کہ ان واقعات کے بعد کیا راجپوت ہمیشہ کے لیے **تیموریوں** سے الگ ہو گئے کیا انھوں نے کبھی بقول لین پول کے عالمگیر کی حمایت میں اپنی انگلی بھی ہلانی نہ چاہی۔ گزشتہ تمام واقعات عالمگیر کے سنہ ۲۳ جلوس تک ختم ہو گئے ہیں جسونت سنگھ مہارانا اودے پور اسی سنہ میں مر گئے اور عالمگیر نے اس کے بیٹے جے سنگھ کو خلعت، تعزیت اور خطاب وغیرہ عطا کیا۔ سنہ ۲۵ جلوس میں عالمگیر دکن روانہ ہوا اور اخیر عمر تک وہیں اطراف میں مرہٹوں سے لڑتا بھڑتا رہا۔ ان لڑائیوں میں اسکی فوج میں راجپوت اسی طرح نظر آتے ہیں جس طرح اور مسلمان قومیں۔ چنانچہ تاریخوں میں جہاں فوجوں کا ذکر آتا ہے۔ راجپوتوں کا نام بھی خاص طور پر آتا ہے۔ مثلاً خافی خاں سنہ ۱۱۱۶ھ کے واقعات میں ہندول کے ایک محاصرے میں یوں لکھتا ہے:-

"از ہر برج و بدنہا آتش شرربار جان فشانی بہ مرتبۂ ظہور رسید خصوص حمید الدین خاں و راجپوتان بے طاقت پیشہ و دیگر بہادران رزم جو زخمہا دوات رو دے کار آوردند تا آنکہ جمشید خاں با جمعے از راجپوتان ناشناس بہمراہ رادولت و چندے دیگر بکار آمدند۔"

یہی مورخ سنہ ۴۶ جلوس کے واقعات میں لکھتا ہے:-

"اوائل ذی الحجہ سنہ چہل و ششم جلوس راجہ جے سنگھ کہ عمر او بحد بلوغ رسیدہ بود بہ اتفاق مردم بادشاہ زادہ یورش نمودہ بہ حملہ پیاپے کہ از بالا گولہ سنگ اقسام دار آتشبازی چون تگرگ بلا فاصلہ ریخت راجپوت بسیار و اکثر مردم شاہزادہ بکار آمدند۔"

یوروپین مورخ کہتے ہیں کہ ایک راجپوت نے بھی عالمگیر کی حمایت میں انگلی نہ ہلائی۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ نہ صرف فوجی راجپوت بلکہ راجپوتوں کے بڑے بڑے راجہ مہاراجہ اخیر وقت تک عالمگیر

کے ساتھ فوجی مہمات میں شریک ہو اور مرہٹوں کے پامال کرنے میں وہ مسلمان افسروں کے دلسہنے ہاتھ تھے راجپوتوں کی اصلی طاقت جودھ پور جے پور اودیپور تھی۔ اودیپور کے دو شاہزادے خود عالمگیر کی فوج میں معزز عہدوں پر ممتاز تھے اور اخیر وقت تک ساتھ رہے چنانچہ ۲۳ سنہ جلوس میں ان میں سے اندر سنگھ دو ہزاری اور بہادر سنگھ کو ایک ہزاری و پانصدی کا منصب عطا ہوا[1] یہ دونوں بھی رانا راج سنگھ کے بیٹے تھے جس نے ۲۵ سنہ جلوس میں وفات پائی تھی اور اسکے مرنے پر اس کے بیٹے رانا جے سنگھ کو عالمگیر نے خلعت ماتم عطا کیا تھا۔ اندر سنگھ جو جسونت سنگھ رئیس جودھ پور کا عزیز تھا جسونت سنگھ کی انتقال کے بعد عالمگیر نے اسکو راجہ کا خطاب دیا اور دکن کی مہمات پر مامور کیا اُس نے نہایت وفاداری سے اپنی خدمت انجام دی چنانچہ ۴۸ سنہ جلوس میں اسکو سہ ہزاری کا منصب ملا[2] مان سنگھ راٹھور جس کو چھ ہزاری کا منصب حاصل تھا ۲۵ سنہ جلوس عالمگیری میں ذوالفقار خاں کے ساتھ دکن کی سب سے مشہور جنجی کی مہم پر مامور ہوا جے پور کے رئیسوں کی وفاداری یورپین مورخوں نے تسلیم کی ہے۔ مآثر الامرا میں اور بہت سے راجپوت راجاؤں اور ان کے تفصیلی حالات درج ہیں جو عالمگیر کے ساتھ دکن کی مہمات میں شریک تھے اور نہایت وفاداری اور جانبازی کے ساتھ خود اپنے ہم مذہب مرہٹوں سے لڑتے تھے کسی شاعر نے اکبر کے زمانے میں کہا تھا ؎

چناں در عہد او حوال دیدم کہ ہندو میزند شمشیر اسلام

یہ شعر نہ صرف اکبر بلکہ عالمگیر کے زمانہ میں بھی سچ تھا اور اگر آج اسلامی سلطنت ہوتی تو آج بھی سچ ہوتا۔ غور کرو ان واقعات کے ثابت ہونے کے بعد جے پور، جودھ پور کے فرماں روا عالمگیر کے ساتھ دکن میں مرہٹوں کے ساتھ لڑائیاں لڑ رہے ہیں راجپوت فوجیں مسلمانوں کے ساتھ برابر شریک ہیں۔ راجپوت افسروں کو سہ ہزاری و چہار ہزاری

[1] مآثر عالمگیری صفحہ ۱۰۵ مطبوعہ کلکتہ [2] مآثر الامرا ذکر رام سنگھ [3] مآثر الامرا ذکر روپ سنگھ ۱۲

منصب عطا ہوتے ہیں - اودے پور کا راجہ نابالغ ہونے کے ساتھ اس بے جگری سے مرہٹوں کا مقابلہ کرتا ہے تو کیا یوروپین مورخوں کے اس قول میں سچائی کا کچھ بھی شائبہ ہے کہ عالمگیر نے راجپوتوں کو اس قدر ناراض کر دیا کہ وہ پھر کبھی تیموری علم کے نیچے نہ آئے ؎

داستان عہد گل را بشنو از مرغ چمن　　　　زاغہا آشفتہ مے گفتند ایں افسانہ را

اورنگ زیب عالمگیر

اور ہندوؤں کی عام ناراضی کے اسباب

عالمگیر کے جرائم میں یہ سب سے بڑا جرم بلکہ مجموعہ جرائم ہے کہ عالمگیر نے ہندوؤں کو ملازمت سے یک قلم برطرف کر دیا۔ ان کے مذہبی میلے ٹھیلے موقوف کر دیئے ان کی درسگاہیں بند کرا دیں اپر جزیہ لگایا ان کے بتخانے توڑ دا دیے۔ غرض اس حد تک ان کو ستایا کہ وہ زبان حال سے بول اٹھے ؎

آں قدر جور کن کہ گر جائے　　　　گفتہ آید کسے اعتماد کند

ان جرائم کا یہ حال ہے کہ بعض جزئی اور مختلف الحالات واقعات ہیں مخالفین نے ان کو عام کر دیا ہے بعض کی تعبیر غلط کی ہے بعض کے ناگزیر اسباب ہیں چنانچہ ہم ایک ایک کو الگ الگ بیان کرتے ہیں لیکن سب سے پہلے ایک ضروری امر کا تذکرہ کرنا ضرور ہے - اکبر نے جو پالیسی قائم کی اس نے ہندوؤں کو تخت سلطنت کا شریک بنا دیا - لیکن باایں ہمہ چونکہ اکبر کی سطوت اور جبروت کا سکہ بیٹھا ہوا تھا ہندوؤں نے اپنی حد سے آگے قدم نہیں بڑھایا جہانگیر کی نرمی اور سرمستی نے ان کو جرأت دلائی اور اب انکی خودسری کے جوہر کھلنے لگے جہانگیر کے اشارے سے نرسنگھ دیو بندیلہ نے جہانگیر کی ولیعہدی کے زمانے میں ابوالفضل کو دھوکے سے قتل کر دیا تھا اور اس کا مال و اسباب اور شاہی خزانہ جو ساتھ تھا لوٹ لیا تھا جب جہانگیر تخت سلطنت پر بیٹھا تو اس کارگذاری کے صلہ میں نرسنگھ دیو نے متھرا میں بت خانہ بنانے کی اجازت طلب

کی جہانگیر نے اجازت دی نرسنگ نے خاص اس روپے سے جو ابوالفضل کی غارت گری سے ہاتھ آیا تھا یہ بت خانے کی تعمیر کی شیرخاں لودی جو ابوالفضل کو ملحد قرار دیتا ہے اس بات سے خوش ہے کہ ملحد کے مال سے بت خانہ بنا تو حق مال حرام بود بجائے حرام رفت - اس واقعہ کو ان الفاظ میں لکھتا ہے

آں ضال مضل (ابوالفضل) در دکن باشارۂ نورالدین محمد جہانگیر صلک راجہ نرسنگ دیو بہ قتل رسید و ماں ہائے کہ دست آویز بے راہے گرد آوردہ بود در اتمام راجہ مذکور رسید منوز کہ در سوا د شہر متھرا ساختہ بود صرف گردید و حکم کریمہ الخبیثات للخبیثین بہ ظہور پیوست آخر ایں بت خانہ نیز بہ تیشہ حکم حضرت عالمگیر بادشاہ با خاک برابر شد[۱]۔

اکبر کے زمانہ میں باایں ہمہ آزادی مذہبی غالباً کوئی نیا بت خانہ تعمیر نہیں ہوا جہانگیر اگرچہ اکبر کی نسبت متعصب تھا چنانچہ کوٹ کانگڑہ کی فتح میں گاؤکشی کی رسم قایم کرنے پر خوشی کا اظہار کیا ہے تاہم چونکہ حکومت میں وہ زور نہیں رہا تھا صرف بنارس میں متعدد نئے بت خانے تعمیر ہوئے - چنانچہ تفصیل اسکی آگے آئے گی - اس واقعہ کے اظہار سے ہمارا یہ مقصد نہیں کہ ہم مذہبی آزادی کے خلاف ہیں بلکہ یہ ظاہر کرنا ہے کہ یہ واقعہ آیندہ واقعات کا پیش خیمہ تھا غرض اب ہندوؤں نے علانیہ مسلمانوں پر تعدی اور ظلم شروع کیا نوبت یہاں تک پہنچی کہ وہ مسلمان عورتوں سے بہ جبر شادی کرتے تھے اور ان کو گھر میں ڈال لیتے تھے اس سے بڑھکر یہ کہ مسجدوں کو توڑ کر اپنی عمارتوں میں داخل کرتے تھے شاہ جہاں نامہ عبدالحمید لاہوری جو شاہ جہاں کی شاہی تاریخ ہے اور خود شاہ جہاں کے حکم سے لکھی گئی ہے اس میں یہ واقعہ نہایت تفصیل سے لکھا ہے چنانچہ اسکی عبارت یہ ہے:-

دچوں رایات جلال بہ حوالی گجرات پنجاب رسید جمعے از سادات و مشائخ آں قصبہ انہا نمودند کہ برخے از کفار نابکار حرائر و اماے مومنہ را در تصرف دارند و چندے از ایشاں

---

[۱] تذکرہ مرات الخیال شیرخاں لودی مطبوعہ کلکتہ صفحہ ۱۲۵ و ۲۶۳۔

مساجد بہ تعدی در عمارت خود آوردہ بنا بر آں شیخ محمود گجراتی کہ اندکے دانش بہرہ ور
است داروغگی مردم **جدید الاسلام** بر دمقرر رخصت یافت تا بعد از ثبوت نساء
مسلمہ را از تصرف کفار آرد و مساجد و عمارات آں ملاعین جدا سازد و مطابق حکم
بہ عمل آوردہ ہفتاد حرہ و جاریۂ مومنہ را از تصرف کفر بر آورد و ہر جا کہ مسجدے در زیر
عمارت ہنود آمدہ بعد از تحقیق آں را افراز نمودہ قدرے از آں جا بہ طریق جرمانہ گرفتہ
دستور سابق مسجد ساختہ پرداخت کہ ایں ماجرا بہ مسامع جلال رسید بر طبع نفاذ صادر
شد کہ بدستور قدیم ہر کہ مسلمان شود مسلمہ را بعقد مجدد بہ او بازگذارند پس از ورود فرمان
جمعے از سعادت یاوری بہ پایۂ اسلام رسیدہ زنان مسلمہ را بہ نکاح جدید متصرف گشتند
و حکم شد کہ در کل ممالک محروسہ ہر جا چنیں واقع شدہ باشد بدیں دستور عمل نمایند
چنانچہ اناث بسیار از دست کفار بر آمدہ در نکاح مسلمان در آمدند و گروہی از کفار بہ قبول
دین مبین از آتش دوزخ رہائی یافت و بتخانہ ہا منہدم گردید بجائے آں مساجد بنا یافت[1]

ان واقعات کو دیکھو اور غور سے دیکھو۔ شاہ جہاں نہایت پرجوش مسلمان تھا اور ہر موقع پر اس کا اظہار ہو چکا تھا۔ ۶ جلوس میں اس نے بنارس کی جدید تعمیر شدہ بت خانے تڑوا دئے تھے۔ باوجود اس کے ہندوؤں کا یہ زور قائم ہو چکا تھا کہ جبر اور زبردستی سے مسلمان عورتوں کو گھر میں ڈال لیتے تھے اور ان سے نکاح کرتے تھے مسجدوں کو توڑ کر بتخانہ بناتے اور عام عمارتیں بنواتے تھے۔ شاہ جہاں کو خبر ہوئی تو اس نے کوئی عام سزا نہیں دی بلکہ صرف یہ کیا کہ عورتوں کو ہندوؤں کے قبضے سے نکال لیا اور جن مسجدوں کو گرا کر بتخانہ بنایا تھا بدستور پھر مسجد بنا دیا گیا۔ شاہ جہاں جب تک زور اور قوت کے ساتھ حکمرانی کرتا رہا۔ ہندوؤں کی تعدیاں رکی رہیں لیکن اخیر شاہ جہاں کے بجائے تمام اختیارات

[1] شاہ جہاں نامہ مطبوعہ کلکتہ جلد دوم واقعات ششم جلوس صفحہ ۵۷ و ۵۸ اس عبارت میں جن بت خانوں کے گرانے کا ذکر ہے وہی ہیں جو مسجد تھے اور ہندوؤں نے گرا کر بتخانے بنالئے تھے۔

دارا شکوہ کے ہاتھ میں آگئے دارا شکوہ کا یہ حال تھا کہ علانیہ ہندو پن کا اظہار کرتا تھا اپنشد کا جو ترجمہ کیا ہے اس میں صاف لکھتا ہے کہ قرآن مجید اصل میں اپنشد میں ہے چنانچہ اسکی عبادت ذیل ہے۔

از یں خلاصہ قدیم کہ بے شک و شبہہ اولیں کتب سماوی و سرچشمہ توحید ست و قدیم است کہ انہ لقرآن کریم فی کتاب مکنون لا یمسہ الا المطھرون تنزیل من رب العالمین یعنی قرآن کریم در کتاب ست کہ آن کتاب پنہاں است او را تلاوت نمی کنند گروہے کہ مطہر باشند ذ نازل شدہ از پروردگار عالم شخص و معلوم می شود کہ ایں آیت در حق زبور و توراۃ انجیل نیست چوں ایں کہت کہ سرپوشیدہ نی ست اصل ایں کتاب است و آیت ہائے قرآن مجید بعینہ دراں یافتہ می شود پس تحقیق کہ کتاب مکنون ایں کتاب ست قدیم شد۔

اب غور کرو وہ ہندو جن کو اکبر شریک سلطنت کر چکا تھا جو جہانگیر کے زمانہ میں مسلمانوں کے مال سے بت خانے تعمیر کرتے تھے جو شاہ جہاں کے عہد میں مسجدوں کو توڑ کر بتخانے بنواتے اور مسلمان عورتوں سے بجبر نکاح کرتے تھے جو اپنے پاٹ شالوں میں مسلمان بچوں کو اپنے مذہب کی تعلیم دیتے تھے۔ چنانچہ خود عالمگیر کے عہد حکومت میں اسکی تخت نشینی کے بارھویں سال تک یہ طریقہ جاری رہا (تفصیل آگے آئیگی) اب دارا شکوہ کے سایۂ حمایت میں ان کے زور و قوت تسلط و اقتدار جبر و تعدی، جور و ستم کا مقیاس الحرارت کس درجے تک پہنچا ہوگا یاد رکھو یہی ہندو تھے جن سے عالمگیر کو سابقہ پڑا تھا اب ہم اصل مباحث کی طرف متوجہ ہوتے ہیں

ہندوؤں کی ملازمت سے علحدگی یوروپین مورخوں نے اپنی معمولی عادت کے موافق اس واقعہ کی اصلی ہیئت بدل دی ہے یعنی عالمگیر نے تمام ہندوؤں کو سرکاری ملازمتوں سے موقوف کر دینا چاہا گو ایسا نہ کر سکا۔ الفنسٹن صاحب لکھتے ہیں مگر یہ گشتی حکم بھی صوبے حاکموں اور اختیار والوں کے پاس بھیجا کہ آئندہ سے ہندو بھرتی نہ کئے جائیں اور ان تمام عہدوں پر مسلمان بھرتی کئے جائیں جو تمہاری تحت حکومت میں ہو ویں لیکن واقعہ

صرف اسقدر ہے ۱۰۸۲ھ میں اسنے یہ حکم دیا تھا کہ صوبہ داروں اور تعلقہ داروں کے پیشکار اور دیوان نیز محالات خالصہ کے مال گذاری وصول کرنے والے ہندو نہ مقرر کیے جائیں چنانچہ خافی خان لکھتا ہے۔

صوبہ داران و تعلقہ داران پیشکاران و دیوانیان ہنود را بر طرف نمودہ مسلمانان مقرر نمایند و کروڑی محالات خالصہ مسلمانان می نمودہ باشند۔

یہ ظاہر ہے کہ ان عہدوں پر اکثر کایستھ مقرر ہوتے تھے جو رشوت لینے میں مشہور ہیں اس حکم کو مذہبی تفریق سے کوئی تعلق نہ تھا۔ لیکن یہ حکم بھی قائم نہ رہا بلکہ اس کی اصلاح اس طرح کردی گئی کہ ایک پیشکار ہندو اور ایک مسلمان مقرر کردیا جائے خافی خان لکھتا ہے۔

بعد چنداں قرار یافت کہ از جملہ پیشکاران دفتر دیوانی و بخشیان سرکار یک پیشکار مسلمانان و یک ہندو مقرر می نمودہ باشند۔[1]

اس انتظام سے اس کے سوا اور کیا مقصد ہو سکتا تھا کہ ہندوؤں کی رشوت خواری اور غبن کی نگرانی رہے۔ ورنہ اگر مذہبی تعصب اس کا باعث ہوتا تو ہندوؤں کے شریک کرنے سے اسکو کیا تعلق تھا یہ بحث اگرچہ یہیں تک ختم ہو جاتی ہے۔ لیکن چونکہ یورپین مورخوں نے نہایت بلند آہنگی سے اس واقعہ کو غلط مشہور کیا ہے۔ اس لئے ہم عالمگیر کے ہندو عہدہ داروں کی ایک فہرست اس موقع پر درج کرتے ہیں اس فہرست کے متعلق امور ذیل ملحوظ رکھنے چاہییں۔

(۱) یہ فہرست سرسری طور سے مآثر عالمگیری سے تیار کی ہے جو عالمگیر کے حالات میں سب سے مقدم تاریخ ہے (۲) صرف ان عہدہ داروں کو لیا ہے جو بڑے بڑے عہدوں پر مامور تھے عام عہدہ داروں اور اہل فوج کا ذکر نہیں (۳) صرف ان عہدہ داروں کو لیا ہے جو اس زمانے کے بعد مقرر ہوئے ہیں یا اس کے بعد تک رہے ہیں۔ جب سے عالمگیر کے تعصب کا ظہور کا وقت بیان کیا جاتا ہے (۴) ان عہدہ داروں میں اکثر مرہٹوں کی مہم میں شریک تھے

[1] خافی خان حالات عالمگیری صفحہ (۲۵۲)

ہیں جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جس طرح اکبر کے زمانے میں ہندو مسلمانوں کے ساتھ ہو کر خود اپنے ہم مذہبوں سے لڑتے تھے عالمگیر کے عہد تک یہ طریقہ قائم رہا۔

(۵) ان میں سے بعض آنریری عہدہ دار تھے اور فخر کے لحاظ سے عہدہ قبول کرتے تھے

نام عہدہ دار	ولدیت وغیرہ	سنہ تقرر یا اضافہ عہدہ یا عطائے منصب
راجہ بھیم سنگھ	راج سنگھ مہارانا اودے پور کا بیٹا اور مہارانا جے سنگھ کا بھائی تھا۔	(سنہ جلوس عالمگیری مراد ہے) ۲۱ سنہ جلوس عالمگیری پر دکن میں آیا۔ اور برہان پور کی مہم میں شریک ہوا ۳۰ سنہ میں پنجہزاری کے منصب تک پہنچ کر مر گیا۔
اندر سنگھ	جے سنگھ مہارانا اودے پور کا بھائی تھا۔	۲۳ سنہ میں دو ہزاری ہوا اور ۲۹ سنہ میں سہ ہزاری پر اضافہ ہوا۔
بہادر سنگھ	"	۲۴ سنہ میں ایک ہزار و پانصدی ہوا۔
راجہ مان سنگھ	پسر راجہ روپ سنگھ	۲۶ سنہ میں ماندل پور و بدھنور[۱] کا فوجدار مقرر ہوا ۴۶ سنہ میں سہ ہزاری تک پہنچا۔
اچلا جی	سیوا جی کا داماد تھا	۲۹ سنہ میں پنجہزاری منصب اور علم و نقارہ وغیرہ ملا
ارجوجی	سنبھا پسر سیوا جی کا عم زاد بھائی	۳۵ سنہ میں منصب دو ہزاری
مانکوجی	سنبھا کے نوکروں میں تھا	۳۱ سنہ میں منصب دو ہزاری
راؤ انوپ سنگھ	پسر راؤ کرن	۳۱ سنہ میں خلعت ملازمت ملا
راجہ انوپ سنگھ		۳۱ سنہ میں سکر کا قلعہ دار مقرر ہوا
راجہ اودے سنگھ		۳۶ سنہ میں ایرج کا فوجدار اور دو نیم ہزاری ہوا

۱؎ یہ وہ پرگنے ہیں جو مہاراجہ اودے پور نے جزیئے کی عوض میں دئیے تھے ۱۲

نام عہدہ دار	ولدیت وغیرہ	سنہ تقرر یا مراتب عہدہ یا عطائے منصب
اودے سنگہ	قلعہ کھیلنا کا قلعہ دار تھا	سنہ ۴۸ھ میں سہ ہزاری و پانصدی ہوا۔
باسدیو سنگہ	چندن کالر کا زمیندار تھا	سنہ ۴۹ھ میں سہ ہزاری ہوا۔
کانہوجی بھرکیہ		پہلے پنجہزاری تھا سنہ ۴۵ھ میں پنجہزاری کا اضافہ ہوا
ستر سال بندیلہ		سنہ ۴۸ھ میں [illegible] کا قلعہ دار ہوا۔
بشن سنگہ	پسر کنور کشن سنگہ پسر راجہ رام سنگہ	سنہ ۴۵ھ میں ہزاری و [illegible] صد سوار ہوا۔
رام چند	کتالوں کا تھانہ دار تھا	سنہ ۴۸ھ میں دو نیم ہزاری ہوا۔
کوک چند	نائب و ملازم شاہزادہ اعظم شاہ	سنہ ۲۹ھ میں بہار سنگہ کے شکست دینے کے صلہ میں رائے رایاں کا خطاب ملا۔
جگا کونجارہ		سنہ ۴۲ھ میں پنجہزاری و [illegible] ملا۔
جلیا	نصرت آباد کا دیسمکھ تھا	سنہ ۵۰ھ میں سہ ہزاری ہوا۔
درگا داس راٹھور		سنہ ۲۹ھ میں سہ ہزاری کا منصب [illegible] بحال ہوا۔
روپ سنگہ	ولد راجہ اودت سنگہ	سنہ ۴۱ھ میں ایک ہزاری منصب پر ترقی [illegible]
سوبھان	ستارہ کا قلعہ دار تھا	سنہ ۴۲ھ میں [illegible] ہزاری منصب مع خلعت و [illegible]
شیو سنگہ	راہیری کا قلعہ دار تھا	سنہ ۴۸ھ میں ایک نیم ہزاری ہوا۔
ماندھانا	پسر اودے [illegible] نصرت جنگ	سنہ ۴۸ھ میں [illegible] کی [illegible] ہوا۔
کشور داس	ولد منوہر داس گور	سنہ ۴۷ھ میں شولاپور کا قلعہ دار ہوا
راجہ کلیان سنگہ	بہادر کا زمیندار تھا	سنہ ۴۰ھ میں حاضر دربار ہو کر ہفت صدی پر [illegible] صدی کا اضافہ ہوا۔

اس فہرست میں بعض اور باتیں لحاظ کے قابل ہیں سب سے مقدم یہ کہ ہمیں مہارانا اودیپور

کے بیٹے اور بھائی بھی موجود ہیں اور اس سے عجیب تر یہ کہ سیواجی کے متعدد عزیز اور رشتہ داروں کے نام نظر آتے ہیں حالات پڑھو تو معلوم ہوگا کہ یہ صرف نام کے عہدے نہ تھے بلکہ معرکوں میں حیرت انگیز جانفشانیاں دکھاتے تھے - ان عہدہ داروں میں ہر قسم کے عہدہ دار ہیں یعنی فوجی بھی ملکی بھی - غور کرو فوجوں کی افسری قلعوں کی قلعہ داری اضلاع کی نظامت و فوجداری ان سے بڑھ کر ذمہ داری اور اعتماد کے کیا عہدے ہو سکتے ہیں یہ سب عہدے ہندوؤں کو حاصل تھے ان واقعات کے بعد لین پول صاحب کے اس واقعہ پر ایک دفعہ اور نظر ڈالو کہ :-

راجپوتوں نے عالمگیر کی حمایت میں ایک انگلی بھی ہلائی نہ چاہی "

جزیہ لگانا یہ الزام اس لئے قائم کیا جاتا ہے کہ لوگ جزیہ کی حقیقت اور ماہیت سے واقف نہیں - جزیے پر ہم نے ایک مفصل علیحدہ رسالہ لکھا ہے جس کا انگریزی میں بھی ترجمہ کیا گیا ہے - اس کے دیکھنے سے سمجھ میں آسکتا ہے کہ جزیہ کوئی ناگوار چیز نہ تھی بلکہ غیر قوموں کے حق میں رحمت تھی اس میں شک نہیں کہ ہندوؤں نے اس سے ناراضی ظاہر کی - لیکن ظاہر ہے کہ جو محصول ایک مدت سے موقوف ہو چکا تھا اس کا نئے سرے سے قائم کیا جانا کیونکر گوارا ہو سکتا تھا -

میلوں کا موقوف کرنا اس سے انکار نہیں ہو سکتا کہ عالمگیر نہایت روکھا پھیکا آدمی تھا - اس کو میلوں ٹھیلوں - ناچ، رنگ - گانے، بجانے، شراب، کباب اور تمام ظاہری نمائش و تکلفات سے نفرت تھی اور وہ سمجھتا تھا کہ ان چیزوں سے اخلاق پر برا اثر پڑتا ہے اس نے خانگی جھگڑوں سے فارغ ہونے کے بعد ہی اس طرف توجہ شروع کی - سلاطین تیموریہ کے آئین میں داخل تھا کہ بڑے بڑے مشہور گویے دربار میں ملازم رہتے تھے اور بادشاہ ہر روز ایک وقت خاص اس تفریح میں بسر کرتا تھا - اسی طرح دربار میں شعرا اور منجمین نوکر تھے عالمگیر نے تخت نشینی کے دسویں برس حکم دیا کہ گویے دربار میں نہ آئیں

لیکن گانے بجانے پھر سرے سے موقوف کر دئے۔ ملک الشعرائی کا عہدہ توڑ دیا۔ منجمین نکال دئے گئے۔ دربار میں آداب و کورنش کا جو طریقہ تھا موقوف کر دیا بادشاہ جھروکے میں بیٹھ کر اپنے درشن کراتا تھا اور اس سے ایک خاص درشنی فرقہ پیدا ہو گیا تھا جو بغیر بادشاہ کی زیارت کئے ہوئے کچھ کھاتا پیتا نہ تھا یہ رسم بھی حالانکہ سلطنت کے لئے مفید تھی۔ موقوف کر دی محرم میں تابوت نکالا جاتا تھا ۱۰۷۹ھ میں برہان پور میں تابوت کے گشت کے متعلق دو گروہوں میں ہٹ بھیڑ ہو گئی اور بلوۂ عظیم ہوا اور بڑی خونریزی ہوئی یہ سنکر حکم دیا کہ تابوت نہ نکالے جائیں۔ اسی مد میں ہندوؤں کے میلے ٹھیلے بھی بند کر دیئے بدگمان مورخوں نے یہ نتیجہ نکالا کہ اُس نے تعصب ہی کے لحاظ سے ایسا کیا۔

مدارس کا بند کرانا ایرانی مورخین جو عالمگیر کی ہر بات کو عیب کے پیرایہ میں بیان کرتے ہیں اسبات کے عادی ہیں کہ مختلف الحالتہ واقعات کو عام کر کے دکھائیں اور پر تم پڑھ آئے ہو کہ شاہجہاں کے زمانے میں ہندو مسلمانوں پر جبر کرنے لگے تھے دارا شکوہ کے طرز عمل نے اُن کو اور جری کر دیا تھا۔ وہ اپنے پاٹ شالوں میں مسلمان بچوں کو اپنے مذہبی علوم سکھاتے تھے اور ایسی ترغیب دیتے تھے کہ دور دور سے مسلمان اُن کے مدرسوں اور پاٹ شالوں میں آتے تھے۔ عالمگیر نے انہی مدرسوں کو بند کرایا تھا۔ بدگمان مورخوں نے یہ لکھ دیا کہ ہندوؤں کے تمام مدرسے اور عبادت گاہیں ڈھا دیں تاہم ان کی تحریر میں بھی اصلیت کا سراغ لگ جاتا ہے۔ مآثر عالمگیری اس واقعہ کو ان الفاظ میں لکھتا ہے۔

> بعرض خداوند دین پرور رسید کہ در صوبہ ٹھٹہ و ملتان۔ خصوص بنارس برہمنان بطالت نشان در مدارس مقرر بہ تدریس کتب باطلہ اشتغال دارند و راغبان طالبان از ہنود و مسلمان مسافت ہائے بعیدہ طے نمودہ جہت تحصیل علم شوم نزد آں جماعت گمراہ

سے خافی خان نے اس واقعہ کو تفصیل سے لکھا ہے دیکھو صفحہ ۲۱۳ و ۲۱۴۔

می آیند احکام اسلام نظام بہ ناظمان کل صوبجات صادر شد کہ مدارس و معابد بے
دینا دست خوش انہدام سازند و بتاکید اکید طور درس و تدریس و رسم **شیوع مذاہب**
کفر ائینان بر اندازند[۱]۔

اس عبارت سے معلوم ہو سکتا ہے کہ کن وجوہ سے یہ حکم دیا گیا تھا اور اسکی کیا غرض تھی
لیکن متعصب مورخ نے اس حکم کو عموم کے پیرائے میں لکھدیا اور یہ انکی عام عادت ہے عالمگیر نے
بعض خاص ملازمتوں سے ہندوؤں کو موقوف کیا تھا جس کا ذکر اوپر گذر چکا۔ لیکن یہ
مورخ کہتا ہے کہ ہندو اہل قلم سرے سے موقوف کر دئے گئے۔ چنانچہ [illegible] کتاب میں
لکھتا ہے کہ ہنود اہل قلم یک قلم از عمل معزول گشتہ بودند (صفحہ ۵۲۸) پچھلے مورخوں نے
بھی اس کا اعتبار نہیں کیا خافی خان عالمگیر کے ان احکام کو بھی کھول کر لکھتا ہے جو اس
نے ہندوؤں کے خلاف دئے تھے لیکن اس واقعہ کا ذکر نہیں کرتا۔

بت شکنی الزامات عالمگیر کی فہرست میں یہ الزام سب سے زیادہ جلی حرفوں میں لکھا
جاتا ہے اور کچھ شبہ نہیں کہ اگر عالمگیر نے امن و امان کی حالت میں اپنی رعایا کے بتخانے
گرا دئے ہیں تو وہ اسلام کی حقیقت کو نہیں سمجھا تھا۔ خلفائے راشدین سے زیادہ کون
اسلام کا حامی ہو سکتا ہے۔ انھوں نے سینکڑوں ہزاروں شہر فتح کئے۔ دنیا کے بڑے
بڑے حصے ان کے زیر حکومت آئے ان کے حالات و واقعات کا ایک ایک حرف احادیث اور تاریخ
میں موجود ہے۔ ایک واقعہ بھی منقول نہیں جس میں ان کے ہاتھ سے کسی قوم کے معبد اور
پرستش گاہ کو ٹھیس لگی ہو۔ چنانچہ ہم اس بحث کو نہایت مفصل **حقوق الذمیین**
میں لکھ چکے ہیں عالمگیر نے ان سب کے خلاف کیا تو [illegible] خاص عالمگیر [illegible] اسلام
کا جائز قائم مقام نہیں ہے۔ لیکن ہم کو غور سے دیکھنا چاہئے کہ واقعہ کی اصلیت کیا ہے
ایک بڑی غلطی عموماً یہ ہوتی ہے کہ لوگ آج کل کے تمدن اور معاشرت کی عینک سے
پچھلے زمانہ پر نظر ڈالتے ہیں آج کل مذہب اور پالیٹکس بالکل الگ الگ ہیں۔ گورنمنٹ انگریزی

۱؎ صفحہ ۲۸۱

اس بات کی بے تکلف اجازت دیتی ہے کہ جس کا جی چاہے شارع عام پر کھڑے ہو کر عیسائی مذہب پر (جو گورنمنٹ ہے) اعتراض اور نکتہ چینیاں کرے اور لوگوں کو اپنے مذہب میں لائے لیکن یہی گورنمنٹ یہ کبھی جائز نہ رکھے گی کہ کوئی شخص مجمع عام میں گورنمنٹ کے طریقہ سلطنت پر اعتراض کرے اور نوکروں کو مخالفت میں اپنا ہم آہنگ بنائے آج مسلمانوں کی مسجدیں اور ہندوؤں کے شوالے کوئی ملکی اثر نہیں رکھتے لیکن قدیم زمانے میں یہی چیزیں بغاوتوں اور ہنگاموں کی صدر مقام بن جاتی تھیں اور یہی بات تھی کہ ہندو اور مسلمان جب دونوں قابو پاتے تھے تو ایک دوسرے کی پرستش گاہوں کو صدمہ پہنچاتے تھے۔ تاریخیں بھری پڑی ہیں کہ ہندو راجاؤں نے جب کبھی قوت اور اقتدار حاصل کیا ہے۔ مسجدیں ڈھا کر برباد کردی ہیں۔ علی عادل شاہ دکنی نے ۹۷۶ھ میں رام راج کو جو بیجانگر کا راجہ تھا نظام شاہ بحری کے مقابلے میں اپنی مدد کو بلایا تھا۔ لیکن رام راج جب مدد کو آیا تو خود عادل شاہ کے ملک میں تمام مسجدیں جلا دیں تاریخ فرشتہ میں ہے:۔

علی عادل شاہ ہم در سنہ ست و سبعین ۹۷۶ھ و تسع مایۃ رام راج را بمدد خواندہ بہ اتفاق او بہ صواب احمد نگر نہضت نمود از پرندہ تا جیر و از احمد نگر تا دولت آباد اثر معموری نگذاشتہ اند و کفار بیجانگر کہ سالہائے دراز طالب چنین منصوبہ بودند دست بیداد دراز کردہ مساجد و مصاحف سوختند۔[۱]

اس واقعہ کو مورخ مذکور نے دوسرے موقع پر زیادہ تفصیل سے لکھا ہے۔ یعنی یہ کہ عادل شاہ نے رام راج کو اس شرط سے اپنی مدد کو بلایا تھا کہ کفار مساجد وغیرہ کی بے حرمتی نہ کریں با ایں ہمہ ان لوگوں نے اس کے خلاف کیا۔ چنانچہ اس کے اصلی الفاظ یہ ہیں۔

چوں در دفعہ اول عادل شاہ از ستیزہ حسین نظام شاہ بحری بہ تنگ آمدہ ناچار

۱؎ تاریخ فرشتہ مطبوعہ نول کشور جلد دوم صفحہ ۳۶۔

رام راج را بہ مد طلبید چناں عہد و شرط درمیان آورد کہ کفار بیجاپور کہ بہ واسطۂ عداوت دینی اہالی اسلام را حضرت جانی نرسانیدہ دستبرد و دستگیر نہ نمایند و مساجد را خراب نہ گردانند لیکن خلاف آں بہ ظہور آمدہ و کفار نابکار در بلدۂ احمدنگر در تخریب و تعذیب مسلمانان و ہتک حرمت ایشاں دقیقہ نامرعی نہ گذاشتند و چنانکہ گذشت **درمساجد فرود آمدہ بت پرستی میکردند و ساز نوختہ سرود میگفتند۔**[1]

اس قسم کے اور بہت سے واقعات ہیں جن کی تفصیل کی ضرورت نہیں۔

تم اوپر پڑھ آئے ہو کہ ہندوؤں نے عالمگیر کی سلطنت سے پہلے کس قدر زور پکڑ لیا تھا عالمگیر نے جب اون کی تعدیوں کو روکنا چاہا تو ان میں ایک عام شورش پیدا ہوئی ذیقعدہ ۱۰۷۹ھ یعنی تخت نشینی کے بارھویں برس عالمگیر کو جب اطلاع ملی کہ ہندو مسلمانوں کو اپنے مذہبی علوم پڑھاتے ہیں تو اس نے اس کے انسداد کا حکم دیا۔ اس واقعہ کے مہینہ ہی بھر کے بعد متھرا کے اطراف میں ہندوؤں نے شورش کی جس کے فرو کرنے کے لئے عبدالنبی خاں متھرا کا فوجدار متعین کیا گیا اور مارا گیا اسی زمانے کے قریب یعنی ۱۰۸۰ھ میں بنارس کا بت خانہ کاشی ناتھ اور متھرا کا وہ بتخانہ جو ابوالفضل کی لوٹ سے نرسنگھ دیو نے بنوایا تھا منہدم کرا دیے گئے اس کے بعد اودے پور وغیرہ کے بت خانوں پر آفت آئی ایرانی مخالف مورخوں کو کیا غرض تھی کہ وہ بتخانوں کے انہدام کے ارباب اور وجوہ لکھتے۔ لیکن واقعات ذیل آج بھی معلوم ہیں ان کو فلسفیانہ اصول سے ترتیب دو اصل حقیقت صاف معلوم ہو جائے گی۔

(۱) شاہ جہاں کے ساتویں سال حکومت تک ہندوؤں کا یہ زور تھا کہ مسجدوں کو توڑ کر اپنے تصرف میں لاتے تھے اور شریف مسلمان عورتوں کو بہ جبر گھر میں ڈال لیتے تھے۔

---

[1] صفحہ ۲۷ جلد دوم سے ماثر عالمگیری ۱۲

(۲) دارا شکوہ جو شاہ جہاں کے اخیر زمانے میں سلطنت کے کاروبار کا مالک ہو گیا تھا ہمہ تن ہندو پرست تھا (۳) عالمگیر کے بارھویں سال حکومت تک ہندوؤں کا یہ حال تھا کہ علانیہ مسلمانوں کو اپنے مذہبی علوم کی تعلیم دیتے تھے (۴) عالمگیر نے جب اس تعلیم کو بند کرنا چاہا تو ہندوؤں میں شورش شروع ہوئی۔ ۱۰۹۰ھ مطابق سال ۲۲ جلوس عالمگیری میں کھنڈیلہ کے راجپوتوں نے شورش کی اور انپر فوج کشی کی گئی اور وہاں کے بت خانے توڑے گئے اسی سال عام شورش برپا ہوئی اور جودھ پور اور اودیپور کی ریاستیں بغاوت کا مرکز بنیں۔

(۵) عالمگیر نے اِس بنا پر جودھ پور اور اودیپور پر فوج کشی کی اور وہاں کے بت خانے غارت کرادئے جسقدر بتخانے توڑے گئے ان ہی مقامات کے توڑے گئے۔ جہاں پُر زور بغاوتیں ہوئیں۔ عالمگیر ۲۵ برس تک دکن میں رہا۔ ان ممالک میں ہزاروں بتخانے تھے۔ لیکن کسی تاریخ میں ایک حرف بھی نہیں ملسکتا کہ اس نے کسی بت خانے کو ہاتھ بھی لگایا ہو الورہ کے مشہور مندر میں سینکڑوں تصویریں اور بت ہیں عالمگیر اسی نواح میں الورہ سے میل دو میل کے فاصلہ پر مدفون ہے۔ بڑے بڑے بزرگان دین کا یہاں مزار ہے جو عالمگیر سے بہت پہلے گذرے لیکن یہ بت اور تصویریں آج تک موجود ہیں مآثر عالمگیری کا مصنف جو خود عالمگیر کا ایک عہدہ دار تھا اور جس کو بتخانوں کے توڑنے کے ذکر میں مزہ آتا ہے اور مزے لے لیکر اس کا ذکر کرتا ہے الورہ کا ذکر نہایت تعریف کے ساتھ کرتا ہے اور اخیر میں لکھتا ہے۔ زبدیع سیرگاہے ست نظر فریب جز بہ دیدن تحریر براہمت راست نیاید خامہ تاکجا صفو اجبار بر آراید) یوروپین اور ہندو مورخ کہتے ہیں کہ عالمگیر نے چونکہ بتخانے گرائے اس لئے بغاوت ہوئی لیکن واقعہ یہ ہے کہ بغاوت ہوئی اس لئے بتخانے گرائے گئے عالمگیر کا گرانا ایسا ہی تھا جیسے کہ آج ایسے روشن زمانے میں مہدی سوڈانی کے مقبرے کو برباد کرادیا ۵ سنہ جلوس میں جب ہندوستان میں امن

دامان قائم ہوگیا اور عالمگیر دکن کو روانہ ہو گیا تو بتخانوں کے گرانے کا ایک واقعہ بھی کہیں تاریخوں میں نظر نہیں آتا۔ دکن میں اسلامی سلطنتوں یعنی گول کنڈہ اور بیجاپور سے مقابلہ تھا اس لئے کسی بتخانے سے تعرض نہیں کیا گیا۔ ورنہ اگر مذہبی تعصب ہوتا۔ تو یہاں اس کا سب سے اچھا موقع تھا۔ عالمگیر تو خیر بقول مخالفوں کے متعصب تھا۔ لیکن نہایت عادل اور غیر متعصب بادشاہ شاہ جہاں کو بھی ایسے موقع پر عالمگیر بننا پڑا۔ شاہ جہاں نامہ عبد الحمید لاہوری میں جو خود شاہ جہاں کی زیر نگرانی لکھا گیا ہے۔ یہ واقعہ ان الفاظ میں مذکور ہے:۔

چوں پیشتر بہ عرض اقدس رسیدہ بود کہ در ایام دولت حضرت جنت مکانی (یعنی جہانگیر) در بنارس کہ منشائے کفر و ضلال و منتہائے زور و بال ست، بتخانہ بسیار احداث یافتہ ناتمام ماندہ است و برخے از متمولان کفرہ بجز می خواہند کہ بہ اتمام رسانند شہنشاہ دین پناہ حکم فرمودہ بودند کہ چہ بنارس وچہ دیگر محال ممالک محروسہ ہر جا بتخانہ احداث یافتہ باشد آن را برانداز ند دریں ولا از عرضداشت وقائع نگار صوبہ الہ آباد معروض گشت کہ ہفتاد و شش بتخانہ در خطہ بنارس بخاک برابر گردید[1]

شاہجہاں کوئی متعصب بادشاہ نہ تھا۔ لیکن وہ جانتا تھا کہ اس کثرت سے نئے نئے بتخانوں کو بلا اجازت تعمیر کرانا۔ اسی سلسلے میں داخل ہے جس کی بدولت **ہندو اسلامی** مساجد و معابد کو بت خانے بنانے کی جرات کرنے لگے ہیں۔ چنانچہ اس نے بت خانوں کو تڑوا کر ہندوؤں کی ملکی قوت کا استیصال کر دیا۔

عالمگیر نے بھی یہی بلکہ اس سے کم کیا اُس نے بنارس کا صرف ایک بتخانہ تڑوایا اور متھرا کا وہ بت خانہ جو مسلمانوں کے مال سے بنایا تھا اگر یہ جرم ہے تو ہم عالمگیر کو اس جرم سے نہیں بچا سکتے

---

[1] شاہ جہاں نامہ مطبوعہ کلکتہ جلد اول صفحہ ۴۵۲ حالات سنہ جلوس شاہ جہاں ۱۲

اورنگ زیب عالمگیر

باپ اور بھائیوں کے معاملات

عالمگیر کے فرد جرم کا یہ سب سے اخیر نمبر ہے لیکن اس کے دامن اوصاف کا سب سے زیادہ بدنما داغ ہے اور جرائم کی نسبت عالمگیر کا ایک حامی کہہ سکتا ہے کہ اگر غیر سلطنتوں کا تسخیر کرنا جرم ہے تو مجرموں کی صف میں سکندر اور نپولین کو سب سے آگے کھڑا کرنا چاہئے اگر مرہٹوں کی بغاوت کا دبانا گناہ ہے تو پہلا مجرم شاہ جہاں صاحبقران ثانی ہے اگر راجپوت ریاستوں پر لشکر کشی کرنا الزام ہے تو فرد جرم میں سب سے اوپر اکبر اعظم کا نام ہونا چاہئے جس نے سب سے پہلے چیتور پر چڑھائی کی اور اس وقت تک اس ارادے سے باز نہ آیا۔ جب تک راجہ زادیاں تیموری حرم میں نہ آئیں۔

اگر ہندوؤں کو بڑے معزز عہدے نہ دینا خلاف انصاف ہے تو یورپ کی نسبت کیا کہا جائے گا جس نے آج تک اپنی قوم کے سوا کسی کو وزارت یا سپہ سالاری کے عہدے پر ممتاز نہیں کیا۔ لیکن عالمگیر کا حامی اس کا کیا جواب دے سکتا ہے کہ عالمگیر کے دامن پر بھائیوں کے خون کی چھینٹیں ہیں اور اس کے مظلوموں میں خود اس کا نامور باپ یعنی شاہ جہاں بھی قید خانے کی کڑیاں جھیل رہا ہے بے شبہ ہم کو نہایت ٹھنڈے دل سے بے رو رعایت ان جرائم کی تحقیقات کرنی چاہئے۔ اور نہایت احتیاط رکھنی چاہئے کہ میزان عدل کا پلہ طرف داری کے رخ نہ جھک جائے۔ عالمگیر کے حالات کے متعلق آج بہت سی کتابیں موجود ہیں۔ لیکن اصول تاریخ کی رو سے ہم کو صرف ان کتابوں پر اعتماد کرنا ہوگا جو عین عالمگیر کے عہد میں لکھی گئی ہیں اس قسم کی کتابیں حسب ذیل ہیں۔

عالمگیر نامہ کاظم شیرازی۔ اس میں ابتدا سے دس برس تک کے حالات ہیں اس کا مسودہ خود

عالمگیر کو دکھا لیا جاتا تھا مآثرِ عالمگیری مستعد خاں ساقی کی تصنیف ہے جو عالمگیر کا عہدہ دار تھا دس برس اوّل کے حالات اس نے صرف عالمگیر نامے کے حوالے سے لکھے ہیں اور اسی کو مختصر کردیا ہے منتخب اللباب خافی خان اس کا باپ عالمگیر کی فوج میں شریک تھا خود خافی خان بھی اخیر زمانے میں عالمگیری عہدہ داروں میں داخل ہوگیا تھا۔ یہ کتاب عالمگیر کی وفات کے دس برس بعد لکھی گئی ہے (یہ تینوں کتابیں کلکتہ میں چھپ گئی ہیں۔

واقعات عالمگیری عاقل خاں کی تصنیف ہے جو عالمگیری امرا میں ہے۔ یہ کتاب گو عالمگیر کے زمانے میں لکھی گئی۔ مگر اس کو چھپا کر لکھی گئی۔ چنانچہ خافی خاں نے خود تصریح کی ہے۔ اور اس بنا پر نہایت آزادی سے پوست کندہ حالات لکھے ہیں۔

سفرنامہ ڈاکٹر برنیر اس نے اپنے چشم دید حالات لکھے ہیں۔ فیاض القوانین اس میں سلاطین ہندوستان و ایران اور مراد شجاع عالمگیر اور امرائے تیموریہ کے خطوط عین اس حالت کے ہیں جبکہ وہ عالمگیر کے ساتھ مل کر داراشکوہ کے مقابلے پر جانے کی تیاریاں کر رہا تھا ان خطوط و فرامین کو ملا فیاض نے ۱۰۷۴ھ میں جمع کیا تھا اس کا قلمی نسخہ ہمارے دوست نواب علی حسن خاں کے کتب خانے میں موجود ہے اور ہمارے پیش نظر ہے۔ ان میں سے پہلی اور دوسری کتاب میں اگرچہ تفصیلی حالات ہیں اور وہ عالمگیر کی حمایت کے لیے زیادہ مفید ہیں لیکن ہم اس لئے ان سے استناد نہیں کر سکتے کہ عالمگیر نامہ گویا خود عالمگیر کی تصنیف ہے اور مآثر کا وہ حصہ جس میں واقعات متنازعہ ہیں عالمگیر نامے ہی سے ماخوذ ہے۔ ان کتابوں سے ہم صرف ان موقعوں پر استناد کریں گے جہاں اور مورخین بھی ان کے ہم زبان ہیں شیعہ اور سنی کا تفرقہ کرنا اگرچہ ہم کو نہایت ناگوار ہے اور ہم ان دشمنانِ قوم کو نہایت کمینہ خصلت سمجھتے ہیں جو اسلامی فرقوں میں باہم ناگواری پیدا کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ بعضوں نے اسکو معاش کا ذریعہ بنا لیا ہے۔ لیکن واقعہ نگاری کے فرض کے لحاظ سے مجبوراً کرنا پڑتا ہے کہ عالمگیر سنی تھا اور اس کے تمام مورخین یعنی نعمت خان۔ کاظم شیرازی۔ عاقل خان۔ خافی خان شیعی تھے

تھے اس سے یہ غرض نہیں کہ ان مورخین کا بیان اختلاف مذہب کی بنا پر ناقابل اعتبار ہو بلکہ غرض یہ ہے کہ ایشیائی مورخین کی طبیعتوں پر اختلاف مذہب کا خواہ مخواہ اثر پڑتا ہی بلکہ سچ سچ پوچھو تو یورپ کے مورخین بھی اس اثر سے خالی نہیں صرف یہ فرق ہے کہ یورپین جس جس تعصب کا استعمال کرتے ہیں۔ ایشیائی مورخ نہیں کر سکتے۔

شاہجہاں کی قید۔ شاہ جہاں کی قید کا الزام اگرچہ ایسا مہتم بالشان واقعہ ہے جس کے لئے مستقل اور جداگانہ عنوان قائم کرنا چاہئے تھا۔ لیکن اس کا سلسلہ دارا شکوہ کے واقعہ سے اس قدر ملا ہوا ہے کہ دونوں ایک دوسرے سے الگ نہیں ہو سکتے۔

دارا شکوہ شاہ جہاں کا سب سے بڑا اور سب سے چہیتا بیٹا تھا، ذی الحجہ ۱۰۶۷ھ میں شاہ جہاں حبس بول کے عارضے میں گرفتار ہو کر کاروبار سلطنت سے معذور ہو گیا دارا شکوہ نے موقع پا کر عنان سلطنت اپنے ہاتھ میں لی اور سب سے پہلا کام یہ کیا کہ مرزا شجاع مراد و عالمگیر کے جو سفراور دربار میں رہتے تھے ان کو بلوا کر مچلکا لیا کہ دربار کی کوئی خبر نہ بھیجنے پائیں اس کے ساتھ بنگال گجرات اور دکن کے راستے بند کرا دئے کہ مسافر آنے جانے نہ پائیں جس سے مقصد یہ تھا کہ مراد شجاع اور عالمگیر کو جو ان صوبوں میں حکومت پر مامور تھے خبر نہ پہنچنے پائے لیکن یہ واقعہ ایسا نہ تھا کہ چھپائے چھپ سکتا۔ چنانچہ تمام صوبوں میں خبر پہنچ گئی اور تمام ملک میں بغاوتیں برپا ہونے لگیں سب سے پہلے شجاع نے جو دارا شکوہ سے چھوٹا اور عالمگیر سے بڑا تھا۔ بنگال میں اپنی بادشاہی کا اعلان دے دیا اسی طرح مراد نے احمد آباد گجرات میں سکہ و خطبہ جاری کیا۔ لیکن عالمگیر نے کسی قسم کی خود سری اختیار نہیں کی عالمگیر اس زمانہ میں شاہ جہاں کے حکم سے گلبرگہ کے محاصرہ میں مصروف تھا اور قریب تھا کہ وہ فتح ہو جائے دفعتہً ان تمام افسروں کے نام جو عالمگیر کی فوج میں شامل تھے دارا شکوہ نے شاہ جہاں کی طرف سے حکم بھجوا دیا کہ فوراً عالمگیر کا ساتھ چھوڑ کر دربار میں چلے آئیں مجبوراً عالمگیر نے

۱؎ یہ سلسلہ واقعات تمام تر خافی خان سے لئے گئے ہیں جہاں کوئی بات اس سے الگ ہے وہاں خاص مقام کا حوالہ دیا ہے

والی بیجاپور سے ایک کروڑ روپیہ نذرانہ پر صلح کر لی اور یہ مہم ناتمام رہ گئی۔
داراشکوہ نے اسی پر قناعت نہ کی بلکہ عیسیٰ بیگ کو جو عالمگیر کی طرف سے پایہ تخت میں سفیر تھا قید کر کے اس کا گھر ضبط کر لیا اسی کے ساتھ مہاراجہ جسونت سنگھ والی **جودھپور** کو فوج اور توپ خانہ دیکر گجرات کی طرف روانہ کیا کہ عالمگیر اپنی جگہ سے آکر حرکت کرے تو اس سے معرکہ آرا ہو۔ عالمگیر جمادی الاولیٰ ۱۰۶۸ھ کی بارھویں تاریخ یعنی شاہ جہاں کی بیماری کے پانچویں مہینے بیجاپور روانہ ہوکر ۲۵ کو برہان پور میں آیا۔ یہاں ایک مہینہ ٹھیرا اور پایہ تخت کی خبریں بہم پہنچاتا رہا۔ اس سے پہلے مرزا مراد سے یہ قرار داد ہو چکی تھی کہ فلاں مقام پر دونوں کا اجتماع ہوگا چنانچہ ۲۰ رجب ۱۰۶۹ھ کو دونو بھائی **کپال پور** میں نربدا اتر کر ملے یہ خبر سن کر **مہاراجہ** جسونت سنگھ فوجیں لئے ہوئے بڑھا اور عالمگیر کے پڑاؤ سے ڈیڑھ میل کے فاصلے پر خیمہ زن ہوا **عالمگیر** نے کب کلس برہمن کو جو بھاکا کا مشہور شاعر تھا راجہ کے پاس بھیجا کہ ہم لوگ صرف والد قبلہ کی عیادت کے لئے جا رہے ہیں آپ سدراہ نہ ہوجیے۔ لیکن راجہ نے نہ مانا اور سخت معرکہ ہوا راجہ نے شکست کھائی اور وطن کی طرف بھاگا۔ تاریخ میں یہ واقعہ آب زر سے لکھنے کے قابل ہے کہ راجہ بھاگ کر وطن میں پہنچا تو اس کی بیوی نے اسکو اپنے پاس نہ آنے دیا اور تمام عمر کبھی اُس سے ہم بستر نہیں ہوئی کہ پیٹھ دکھلانے والا میری ہم صحبتی کے قابل نہیں۔
شاہ جہاں آگرے سے دلی جا رہا تھا کہ جسونت سنگھ کی شکست کی خبر پہنچی۔ ہر چند شاہ جہاں کو آگرہ کی آب و ہوا ناموافق تھی اور اس وجہ سے آگرے کو واپس آنا نہیں چاہتا تھا۔ لیکن اس وقت وہ مردہ بدست زندہ تھا **داراشکوہ** اس کو الٹا آگرے میں لایا اور خود ساٹھ ہزار فوج کے ساتھ عالمگیر کے مقابلہ کو نکلا۔ **شاہ جہاں** نے بار بار نہایت اصرار کے ساتھ سمجھایا کہ تمہارا جانا خلاف مصلحت ہے میں خود اس فتنے کو جا کر فرو کر دیتا ہوں۔ چنانچہ حکم دیا کہ پیش خیمہ باہر نصب کیا جائے۔ لیکن داراشکوہ نے جانے نہ دیا اور

(۱۶) ماہ شعبان ۱۰۶۸ھ کو آگرے سے روانہ ہو کر سموگڈھ میں خیمہ زن ہوا جہاں عالمگیر اور مرزا مراد فوجیں لئے ہوئے پڑے تھے۔ بڑے زور شور کا معرکہ ہوا نتیجہ عالمگیر کی فتح تھی اس معرکہ میں مرزا مراد نے اس ثابت قدمی سے جنگ کی اگرچہ اس کے ہاتھی کا ہودا تیروں سے چھلنی ہو گیا تھا اور خود لہو لہان ہو گیا تھا تاہم پہاڑ کی طرح ڈٹا ہوا تیر برساتا رہا یہ ہودہ فرخ سیر کے زمانہ تک یادگار کے طور پر قلعے میں محفوظ رہا اور حسین بارہ نے سرکشی کی تو بادشاہ بیگم نے (عالمگیر کی بیٹی) اس ہودے کو دکھلا کر کہا کہ تیموری نسل کی یہ یادگار ہے۔ داراشکوہ نے آگرے میں جا کر دم لیا اور شرم کے مارے شاہ جہاں کے پاس نہ گیا شاہ جہاں نے مشورے اور صلاح کے لئے بار بار بلا بھیجا۔ لیکن داراشکوہ اسی رات اہل و عیال کے ساتھ نکل کر لاہور کے ارادے سے دلی روانہ ہوا۔ ۱۷ ماہ رمضان ۱۰۶۸ھ کو عالمگیر نے شہزادہ محمد سلطان کو بھیجا کہ قلعہ شاہی پر جا کر قبضہ کرے اور شاہجہاں کی خدمت میں عرض کرے کہ حضور اب قلعے سے باہر تشریف نہ لائیں یہی اخیر واقعہ ہے جو عالمگیر کے خلاقی مرقع کی سب سے زیادہ بدنما تصویر ہے۔

تمام واقعات کا سرسری خاکہ ہے جو سرتاپا خافی خان کے بیان سے ماخوذ ہے اصل بحث کے طے کرنے سے پہلے تھوڑی دیر کے لئے ہمکو شاہ جہاں سے رخصت ہو کر داراشکوہ کی طرف متوجہ ہونا چاہیے واقعات گذشتہ میں داراشکوہ کے کارنامے حسب ذیل ہیں۔

(۱) شاہ جہاں کے بیمار ہونے کے ساتھ مرزا مراد عالمگیر اور شجاع کے وکلاء جو شاہ جہاں کے دربار میں رہتے تھے ان سے مچلکا لیا کہ شاہ جہاں اور دربار کے حال نہ لکھنے پائیں (۲) بنگال گجرات اور دکن کے راستے بند کرا دیئے کہ مسافروں کے ذریعہ سے کسی کو خبر نہ ہونے پائے (۳) عالمگیر کے وکیل کا گھر ضبط کر کے اسکو قید کر دیا (۴) عالمگیر جب بیجاپور کے محاصرے میں مشغول تھا تو تمام افسروں کو جو اس کے ساتھ تھے بلوا لیا (۵) بغیر اس کے کہ کوئی شاہزادے کی طرف سے پیشقدمی ہوئی مراد عالمگیر اور شجاع کے مقابلہ کے لئے فوجیں روانہ

لیکن یہ واقعات ہیں جن سے کسی مورخ کو انکار نہیں لیکن مزید اطمینان کے لئے بعض ضروری واقعات کے متعلق نہایت مستند شہادتیں بھی نقل کرتے ہیں:-

عین محاصرہ گلبرگہ کے وقت عالمگیر کی فوجوں اور توپخانہ کو بلوا لینا

دریں اثنا دو قطعہ فرمان کہ حسب الالتماس دارا شکوہ بنام مہابت خاں و راؤ ستر سال از درگاہ عالم پناہ شرف صدور پذیرفتہ بود پر تو صدور یافت و در مناشیر مطاعہ حسن اندراج یافتہ بود کہ **مہابت خان** و **راؤ ستر سال** با کل افواجیکہ بلا رخصت شاہزادہ والا گہر (یعنی عالمگیر) اتمہیہ نشدہ روانہ گردند از یں راہ دہن دستی تمام بکال اردوئے معلیٰ شاہی (یعنی عالمگیر) را یافتہ استقلال و بنائے ثبات و قرار بود۔ نصرت موعود متزلزل و تخلل گردید (واقعات عالمگیری از عاقل خاں۔

ان سب باتوں پر عالمگیر نے کسی قسم کی پیش دستی نہ کی بلکہ جب مراد اور شجاع نے اپنے اپنے صوبوں میں اپنی بادشاہت کا اعلان کیا تب بھی عالمگیر نے کوئی کارروائی نہ کی بلکہ مراد کو خط لکھا کہ ابھی حضور اقدس زندہ ہیں۔ ہم لوگوں کو اپنی جگہ سے ہلنا نامناسب ہے اور سورت پر تم نے جو فوج بھیجی یہ نامناسب تھا چنانچہ مراد نے عالمگیر کو جو یہ خط لکھا ہے اسمیں لکھتا ہے:-

انچہ مندرج یافتہ چوں تا حال خبر وقوع نقصہ ناگزیر (یعنی شاہجہاں کی وفات) بما رسید بلکہ آثار صحت ظاہری شدہ اند جائے خود حرکت کردن و بہ اظہار بعضے مراتب پرداختن مناسب نمی نماید اگر آں برادر نیز بعد از تحقیق اخبار۔ افواج بہ سورت می فرستادند و دریں کار تعجیل نمی رفتند بہتر بود الی آخرہ (رقعات العواملین یعنی مکاتیب تیموریہ وغیرہ)

عالمگیر و مراد کے وکلا کا نظر بند کرنا اور واقعہ نویسی مسدود کرنا

وکلائے ایں برادران یعنی نظر بند اند کہ ملحد (یعنی دارا شکوہ) جمعی گماشتہ کہ در حضر و سفر بر در خانہ آنہا می باشند و مقرر شدہ کہ اخبار و سوانح آں جا بہ اعلیٰ حضرت مہر اللہ برادر روشن قلم بہ ما نویسند (ریاض العواملین)

عالمگیر کے وکیل کا گھر ضبط کرنا

عیسیٰ بیگ وکیل سرکار (یعنی عالمگیر) را بے صدور جرمے محبوس ساختہ

بہ ضبط اموال و امتداد و فرمان داوند (مآثر عالمگیری مطبوعہ کلکتہ صفحہ ۱۰)

واقعات مذکورۂ بالا کے ثابت ہونے کے بعد اب سوال یہ ہے کہ آغاز کارروائی سے اخیر تک دارا شکوہ اور عالمگیر دونوں میں سے کون تقصیر وار ہے۔ جنروں کا روکنا عالمگیر کے وکلا کا نظر بند کرنا۔ عالمگیر کی جاگیر کا ضبط کرنا عین جنگ کی حالت ہیں۔ عالمگیر کے وکلا اور فوج کا اُس کے پاس سے بلوا لینا[1] مہاراجہ جسونت سنگھ کو عالمگیر کے مقابلہ پر مامور کرنا کیسے افعال ہیں۔ اور کیا ان میں سے کسی فعل کے جائز ہونے کی کوئی وجہ بتائی جا سکتی ہے تم کہہ سکتے ہو کہ یہ سب دارا شکوہ کے افعال ہیں ان کو **شاہ جہاں** کے واقعہ کی بحث میں پیش کرنا کس قدر غلط طریق استدلال ہے۔ لیکن عالمگیر کی تمام کارروائیاں جواب تک اُس نے کیں یعنی دکن سے روانہ ہوا۔ راہ میں جسونت سنگھ نے دارا شکوہ کی طرف سے روکا تو اسکو لڑکر شکست دی۔ آگرے میں آیا یہ سب دارا شکوہ ہی کے مقابل ہیں تھیں۔

شاہ جہاں کی بحث میں ان واقعات کا ذکر کرنے کی یہ وجہ ہے کہ سادہ دل مورخین ان واقعات کو بھی اس بنا پر عالمگیر کی نا سزا حرکات میں شمار کرتے ہیں کہ یہ سب باتیں گویا شاہ جہاں کے مقابلہ میں تھیں۔ ہمیں کوئی شک نہیں کہ اس زمانہ میں شاہ جہاں ہمہ تن مجبور ہو کر دارا شکوہ کے قبضے میں آگیا تھا اور وہ جو کچھ چاہتا تھا **شاہ جہاں** کے نام سے کرتا تھا خافی خان کے بیان میں اوپر تم پڑھ آئے ہو کہ شاہ جہاں آگرہ میں نہیں آنا چاہتا تھا دارا شکوہ جب فوج لیکر چلا شاہ جہاں نے بہت روکا۔ لیکن دارا شکوہ نے نہ مانا۔ شاہ جہاں نے عالمگیر کے معاملے طے کرنے کے لئے خود جانا چاہا دارا شکوہ نے نہ جانے دیا۔ ڈاکٹر برنیر اپنے سفرنامہ میں لکھتا ہے۔

ان دنوں شاہ جہاں کا فی الواقع پتلا حال تھا اور علاوہ شدائد و تکالیف مرض کے درحقیقت دارا شکوہ کے پنجۂ سرکشی میں پھنسا ہوا تھا (ترجمہ سفرنامہ برنیر صفحہ ۱۱۰)

---

[1] صوبہ برار عالمگیر کی جاگیر میں تھا دارا شکوہ نے اسکو ضبط کر لیا مراد بخش کے خطوط میں بار بار اسکا ذکر آیا ہے۔

مراد ایک خط میں عالمگیر کو لکھتا ہے

اما بہ جہان ظاہر شد کہ آن طرف یعنی دارا شکوہ استقلال و تسلط تمامی کہ نداشت یافتہ حل و عقد امور حضور اقدس "شاہ جہاں" بقبضہ اقتدار خود آورد۔

ان سب سے بڑھ کر یہ کہ دارا شکوہ نے یہ مشق بہم پہنچائی تھی کہ شاہ جہاں کے خط میں بالکل خط ملا دیتا تھا اور فرامین پر شاہ جہاں کے دستخط اپنے ہاتھ سے بناتا تھا مراد ایک خط میں عالمگیر کو لکھتا ہے۔

و نیز دارا شکوہ خود تقلید خط اقدس شاہ جہانی از بہ مرتبہ کمال رسانیدہ بر فرامین دستخط میکند

ان حصوں پر مراد کا بیان اس لیے نہایت وثوق کے قابل ہے کہ وہ یہ واقعات عالمگیر کو لکھ رہا ہے اس لیے یہ احتمال نہیں ہو سکتا کہ عوام کے دھوکہ دینے کے لیے لکھتا ہو مراد اور عالمگیر اس وقت تک برابر زور دیتے رہے واقعات مذکورہ کی بنا پر عالمگیر کو صرف انہیں احکام کی پابندی ضروری تھی جو شاہ جہاں کے اصلی احکام تھے اور یہ ظاہر ہے کہ جسونت سنگھ کا عالمگیر کے مقابلہ پر بھیجنا دارا شکوہ کی شرارت تھی۔ شاہ جہاں اس پر راضی نہ تھا۔

ڈاکٹر برنیر عالمگیر کا سب سے زیادہ دشمن ہوتا ہے ان بھائیوں کے ارادہ جنگ کے متعلق لکھتا ہے

واقعی ان کو اپنے اس ارادہ سے دست بردار ہونا مشکل ہی تھا کیونکہ فتحیابی کی حالت میں تو تخت کی امید تھی اور شکست کی صورت میں جان جانے کا خوف کلی تھا اور یہ دو ہی باتیں یا موت یا سلطنت اور جس طرح شاہ جہاں خاص اپنے بھائیوں کے خون سے ہاتھ رنگ کر تخت نشین ہوا تھا اسی طرح ان کو یقین واثق تھا کہ اگر ہم اپنی امیدوں میں کامیاب ہوں گے تو غالب و فتحیاب ہم کو حسد کے مارے ضرور قتل کرا دے گا (ترجمہ سفرنامہ برنیر ج ۱ ص) لین پول صاحب لکھتے ہیں کہ دو...

لہ مراد کے حقائق ... رقعات ... سے نقل کی گئی ہیں جس کا نام ... ہے۔

یہ ضرور جانتا تھا کہ بھائیوں میں کسی ایک کی تخت نشینی سے یا تو وہ قید کر لیا جائیگا یا مارا جائے گا اور اس نے اپنے دل میں ایک مصمم ارادہ کر لیا ہوگا حفاظت خود اختیاری میں اُس کا فرض تھا کہ حصول بادشاہت کے لئے وہ بھی ایک نیلامی بولی بولے (ترجمہ اورنگ زیب مصنفہ لین پول صفحہ ۳۱)

بہر حال عالمگیر جسونت سنگھ اور دارا شکوہ سے لڑا اور ان کو شکست دی۔ لیکن اپنے خود داشت کے ذریعہ سے شاہ جہاں کو ان تمام واقعات کی خبر دی شاہ جہاں نے دست خاص سے تسلی دی لکھ کر بھیجا پھر انعام کے طور پر ایک تلوار بھیجی جس پر عالمگیر کا لفظ منقوش تھا چنانچہ خافی خاں نے ان واقعات کو تفصیلاً لکھا ہے :۔ عالمگیر کا نکتہ چین اس موقع پر یہ کہہ سکتا ہے کہ عالمگیر نے اور جو کچھ کیا حفاظت خود اختیاری کی وجہ سے کیا لیکن جب وہ جسونت کو شکست دے کر آگرے کے قریب پہنچ گیا اور شاہ جہاں نے اس کو بار بار بلایا اور نہایت شفقت آمیز خط لکھے تحفے اور انعام بھیجے اور سب سے بڑھ کر سلطنت کی تقسیم اس طرح کرنی چاہی جس سے بڑھ کر عالمگیر کے حق میں کوئی بات نہیں ہو سکتی تھی یعنی یہ کہ دارا شکوہ کو پنجاب کابل اور مراد کو گجرات اور شجاع کو بنگال دیا جائے اور عالمگیر کو ولیعہدی کا منصب اور پائے تخت کی سلطنت دیجائے تو اس حالت میں باپ کی نافرمانی کرنا اور گستاخی سے پیش آنا اور بالآخر قلعے میں نظر بند کر دینا اخلاق کے مذہب میں کفر سے بڑھ کر ہے

لیکن تحقیق طلب یہ ہے کہ کیا شاہ جہاں فی الواقع وہی کرنا چاہتا تھا جو کہتا تھا؟ اسلامی تعلق سے شاہ جہاں اور عالمگیر دونوں یکساں واجب التعظیم ہیں گو وہ خلیفہ نہیں لیکن لغوی معنوں میں نہ شرعی امیر المومنین ہیں۔ میرا دل دکھتا ہے کہ ان میں سے کسی کو ملزم ٹھیراؤں لیکن سچائی اور تاریخ نویسی کا کیا فرض ہے؟ **شاہ جہاں** **عالمگیر** دونوں قابل ادب ہیں لیکن دونوں سے بڑھ کر بھی ایک چیز ہے حق اور راستی اور مجھ کو اسی علمی ترجیح کے سامنے گردن جھکا دینی چاہئے۔ تمام مورخین میں عاقل خاں نے اس واقعہ

کو نہایت تفصیل سے لکھا ہے عالمگیر کے نام **شاہ جہاں** کے درد انگیز خطوط جن سے
پتھر کا دل پانی ہو جاتا ہے بعینہٖ نقل کئے ہیں نواب جہان آرا بیگم نے شاہ جہاں کو اشارے
سے خط عالمگیر کو لکھا ہے وہ بھی نقل کیا ہے عالمگیر کو جو لوگ شاہ جہاں کی خدمت میں حاضر ہونے
سے روکتے تھے ان کو فتنہ پرداز اور مفسد سے تعبیر کیا ہے اور یہ تمام داستان اس
تفصیل اس زور اور اس درد کے ساتھ لکھی ہے کہ پڑھنے والے کے منہ سے بے اختیار عالمگیر
کے حق میں نفرین نکل جاتی ہے لیکن بالآخر جب یہ موقع آتا ہے کہ عالمگیر باپ کی خدمت
میں حاضر ہونے کے لئے قیامگاہ سے نکلتا ہے اور اس کے مقربین اسکو روکتے ہیں تو
اسی مورخ عاقل خاں کو یہ لکھنا پڑتا ہے:۔

دریں اثنا کہ ان حضرت عالمگیر بسمع مبارک سخنان دولت سگالان داشتہ مترددبودند ناگاہ ناہر دل خاں چیلہ برسید فرمائے کہ بندگان اعلیٰحضرت (شاہ جہاں) بخط مبارک داراشکوہ نوشتہ ازراہ اعتماد بکمال اہتمام واحتیاط بدو حوالہ فرمودند کہ اصلا احدے بریں اطلاع نیابد و خود را بعنوان شبگیر و یلغار بہ دار الخلافت شاہ جہان آباد نزد **داراشکوہ** رساند و فرمان را بآنجناب رسانید جواب بیارد و در نظر انور حضرت جہان پناہی درآورد و مضمون آں منشور ناطق بداں بود۔ کہ داراشکوہ خاطر خود راجمع کردہ در شاہ جہاں آباد ثبات قدم ورزند و از انجا پیشتر نہ گذرد کہ ما در اینجا مہم را فیصل می نمائیم۔ ویں فرمان مصدق و مصداق قول خیر خواہان آمدہ

عین اس وقت کہ عالمگیر خیر خواہان دولت کی باتیں سنکر سوچ رہا تھا کہ کیا کیا جائے دفعتہ ناہر دل خاں چیلہ سامنے سے نکلا شاہ جہاں نے خود اپنے ہاتھ سے داراشکوہ کے نام خط لکھ کر بڑی احتیاط سے اس کے حوالہ کیا تھا کہ کسی کو اس کی خبر نہ ہونے پائے اور یلغار کرتے ہوئے **داراشکوہ** کے پاس سے جواب لاؤ۔

خط کا مطلب یہ تھا کہ تم (داراشکوہ) مطمئن ہو کر دلی سے آگے نہ بڑھو۔ اور وہیں قیام کرو۔ ہم یہاں قصہ فیصل کئے دیتے ہیں۔

اس خط سے عالمگیر کے ہواخواہوں کی رائے کی بالکل تصدیق ہو گئی۔

ماثر الامراء میں یہی واقعہ نہایت تفصیل سے لکھا ہے اخیر کے فقرے یہ ہیں ۔

دریں اثنا کہ خلد مکان (عالمگیر) گوش بر بنخان دولت سگالان داشتہ منتردد بود نامہ دل جیلہ رسید و فرمانے کہ اعلیٰ حضرت بہ خط خود بہ دارا شکوہ نوشتہ از روئے اعتماد بدو حوالہ نمودہ بود کہ خود بر عنوان سیکری بر شاہ جہاں آباد نزد دارا شکوہ رسانیدہ جواب بیارد۔ آوردہ گذرانیدہ مضمون آنکہ از لشکر ہا فراہم آوردہ در دہلی ثبات قدم ورزد و ادراین جاہم رافیصل می فرمایم۔ (ماثر الامرا جلد دوم صفحہ ۶۹)

ایک غیر قوم کا شخص جو عالمگیر کا پورا دشمن تھا ان تمام جھگڑوں میں موجود تھا اس کے بیان سے اس اجمال کی گرہ کھل جاتی ہے وہ لکھتا ہے :۔

شاہجہاں نے ایک معتبر خواجہ سرا کو **اورنگ زیب** کے پاس یہ پیغام دے کر بھیجا کہ بیشک **دارا شکوہ** نے جو کچھ کیا نامناسب تھا اور اسکی بے سمجھی اور نالائقی کی باتیں یاد دلا کر کہا کہ تم ہم ابتدا ہی سے دلی شفقت رکھتے ہیں پس تمکو ہمارے پاس جلد آنا چاہئے تاکہ تمہارے مشورے سے ان امور کا انتظام کیا جائے جو اس فرا تفری کے باعث خراب اور ابتر پڑے ہوئے ہیں ۔ مگر اس محتاط شہزادے (یعنی عالمگیر) نے بدگمانی سے بادشاہ پر اعتماد کر کے قلعے میں چلے جانے کی دلیری نہ کی کیونکہ اُسے معلوم تھا کہ بیگم صاحب (یعنی جہان آرا بیگم) کسی وقت بادشاہ سے جدا نہیں ہوتی اور اس کے مزاج پر اس قدر حاوی ہے کہ جو کچھ وہ چاہتی ہے وہی ہوتا ہے اور یہ پیغام اس کا ایک چکمہ ہے اور اس نے قلماقنیوں (تاتاری عورتیں) میں سے جو کہ اس کے کام پر تعین رہتی ہیں کچھ قوی ہیکل اور مضبوط اور مسلح عورتیں اس قصد سے تکار کھی ہیں کہ جب وہ قلعہ میں داخل ہو تو فوراً اس پر آن پڑیں۔

(سفرنامہ ڈاکٹر برنیر ترجمہ اردو جلد اول صفحہ ۱۱۴)

لین پول نے سچ لکھا کہ "اس جال میں جو شاہ جہاں نے اپنے بیٹے کے پھانسنے کو بچھایا تھا

شاہ جہاں خود پھنس گیا۔ عالمگیر نے بار ہا شاہ جہاں کی خدمت میں حاضر ہو کر عفو قصور کرانا چاہا۔ لیکن شاہ جہاں اب بھی **دارا شکوہ** کا خواب دیکھتا تھا جس کی وجہ یہ تھی کہ **جہاں آرا بیگم** جو شاہ جہاں کی دنیا میں سب سے بڑھ کر عزیز تھی دارا شکوہ کی نہایت طرفدار تھی شاہ جہاں نے ہندی زبان میں خفیہ ایک خط شجاع کو عالمگیر کے برخلاف لکھا اور اس قسم کی اسکی کوششیں برابر جاری رہیں۔ عالمگیر اب مایوس ہو کر بیٹھ رہا۔ خافی خان لکھتا ہے:-

خلد مکان (عالمگیر) مکرر ارادۂ دیدن پدر والا قدر بقصد معذرت والتماس عفو تقصیرات کہ از تقدیرات الٰہی دشمنی برادر ناہنجار بلا اختیار بظہور آمدہ نمودند آخر چوں دانستند کہ مرضی اعلیٰ حضرت (شاہ جہاں) طرف رعایت و اعانت **داراشکوہ** غالب و راسخ است وسر رشتہ اختیار بحکم قلم تقدیر از دست رفتہ مصلحت در فسخ عزیمت ملاقات پدر نامدار دانستند (جلد اول صفحہ ۴۳)

اسی زمانہ میں **شاہ جہاں** نے ایک خط **مہابت خان** سپہ سالار کو جو اس وقت کابل میں تھا لکھا یہ خط خافی خان نے پورا نقل کیا ہے اس کے چند فقرے یہ ہیں۔

"چوں فرزند مظلوم دارا شکوہ بعد از شکست روانہ لاہور شدہ" باید در رفاقت دارا شکوہ پا بر داشتہ بہ مقابلہ و جزائے اعمال ہر دو نا برخوردار (یعنی عالمگیر و مراد) پرداز د"

شاہ جہاں کی ان تمام سازشی اور مخالفانہ کارروائیوں کے ساتھ بھی عالمگیر نے یہ سلوک کیا کہ اپنے بیٹے شہزادہ اعظم کو شاہ جہاں کی خدمت میں عفو تقصیرات کے لیے بھیجا اور پانسو اشرفیاں اور چار ہزار روپے نذر بھیجے اور چند روز کے بعد قلعہ کی حفاظت کی طرف سے پورا اطمینان ہو گیا تو شاہ جہاں کے حرم کے راحت کے سامان مہیا کر دئے ڈاکٹر برنیر کو بھی مجبوراً یہ شہادت دینی پڑی۔

غرضکہ اورنگ زیب کا برتاؤ شاہ جہاں کے ساتھ مہربانی اور ادب سے خالی نہ تھا اور حتی الامکان وہ اپنے بوڑھے باپ کی ہر طرح سے خاطر داری کرتا اور نہایت کثرت سے تحفے تحائف بھیجا رہتا اور سلطنت کے بڑے بڑے معاملات میں اسکی رائے اور مشورے کو مثل ایک پیر مرشد کی ہدایت کے طلب کرتا تھا اور اس کے عریضوں سے جو اکثر لکھا کرتا تھا ادب اور فرماں برداری ظاہر ہوتی تھی پس اس طرح سے شاہجہاں کی گردن کشی اور اس کا غصہ آخرکار یہاں تک ٹھنڈا پڑ گیا کہ معاملات سلطنت میں بیٹے کو لکھنے پڑھنے لگ گیا۔ بلکہ اپنے باغی فرزند کی نسبت تا زمانہ مرگ تردد رہتا کرکر کے حق میں دعائے خیر بھی کر دی (ترجمہ سفرنامہ ڈاکٹر برنیر جلد اول صفحہ ۲۸۹)۔

انصاف کرو **شاہ جہاں** اتنی بات پر برادرِ عالمگیر سے لڑتا رہا کہ اس نے شاہ جہاں کی جاگیر **نور جہاں** کو لیکر دیدی تھی حالانکہ اور ہر طرح کی عنایتیں بحال تھیں تاہم شاہ جہاں نیکنام ہے۔ عالمگیر نے اس حالت میں کہ اس کی بہ اگیر چھین لی گئی تنخواہ بند کر دی گئی عین دشمنوں کے مقابلہ کے وقت اسکی فوج اس کے پاس سے بلالی گئی (۵۷) ہزار فوج خود اس کے مقابلہ و مقاتلہ کے لئے روانہ ہوئی قلعے میں اس کے قتل کا بندوبست کیا گیا ان سب باتوں کے ساتھ وہ شاہ جہاں کا نہایت ادب و احترام کرتا رہا تاہم وہ بدنام ہے [۱]

ہندو صوفی ہمہ در سنگ شستن دو انگشت قصہ ما است کہ در کوچہ و بازار بماند

مورخین کو اپنے محکمہ عدالت میں اس بات کا بہت کم موقع حاصل ہو سکتا ہے کہ خود مجرم کا بیان تحریری بھی حاصل کریں لیکن عالمگیر کی نسبت مورخ کو اس کا افسوس نہیں ہو سکتا۔ عالمگیر نے شاہجہاں کو جو خط لکھے ہیں ان میں الزامات کی خوب جوابدہی کی ہے۔ عالمگیر کو اس کے مخالفوں نے ہمیشہ سنگدل اور بیرحم بیان کیا ہے لیکن اب تمام واقعات ایک ایک کرکے سامنے آ گئے ہیں اور

[۱] اس کے بعد برنیر نے لکھا ہے کہ عالمگیر شاہ جہاں کی ہدایتوں کے برخلاف بھی کرتا تھا لیکن وہ عام سلطنت کے متعلق ہدایتوں کی مخالفت تھی جس کو اس قصے سے کوئی تعلق نہیں ۱۲

راز ہائے سربستہ کے چہرے سے نقاب اُٹھ گئی ہے۔ اس لئے موقع ہے کہ عالمگیر کو اپنے عذرات کے پیش کرنے کا موقع دیا جائے ہم اس کا اصلی خط خافی خاں کی تحریر کے مطابق نقل کرتے ہیں۔ دیکھو اس سخن ساز اور منشی شخص کا ایک حرف بھی سچائی کے مرکز سے ہٹا ہوا ہے

بعد ادائے مراسم عقیدت و عبودیت بعرض اشرف میرساند صحیفہ کہ بخط خاص پیش از تمادی ایام صادر شدہ بود پرتو ورود انداخت بہ مطالعہ ارقام سرمایہ سعادت حاصل کرد۔

کیفیتے کہ از نگارش یافتہ بود بہ وضوح انجامید۔ از سبب گرفت و گیر خطوط استفسار شدہ بود بر خاطر دریا مقاطر پوشیدہ نماند کہ ازین مرید در ابتدائے حال و آغاز وقوع مرتبے کہ بہ تقدیر بایزد متعال رو داد بہ اعتقاد آں کہ چوں آنحضرت معطل کل اند و اکثر اوقات گرامی در تجارب پست و بلند روزگار گذشتہ شاید ظہور ایں امور راز قضا و قدر دانستہ در شکست کار ایں مرید و دولت یاری دیگراں کہ ارادت اللہ بداں تعلق نہ گرفت کوشش نہ فرمایند و سلوک را بہ نہج مستحسن قرار دادہ بود مشہود است کہ بعد رفع شورش حدوث استرضائے خاطر را اکثر اہتمام بہ میان جاں بستہ بداں وسیلہ سعادت دارین حاصل کند و ہر چند می شنید کہ موجب انقطاع غبار فساد و بہم خوردگی مہمات عباد بہ تحریک آں حضرت است و برادراں بہ فرمودہ اقدس دست و پائے می زنند و جامے میکنند گوش بہ سخنان مردم نمی انداخت۔ اندیشہ انحراف از جادہ عقیدت نمی نمود لیکن از انجا کہ اخبار بے توجہی حضرت بہ تواتر رسیدہ چنانچہ از نوشتہ کہ بہ خدمت مہندی بہ شجاع قلمی گردیدہ بود و خان دوران او بہ مراں آں نوشتہ مرید است بیقین حاصل شد کہ آنحضرت ایں مرید را الیٰ خواہند و آنکہ از دست رفتہ ہنوز تلاش دارند کہ دیگر استقلال پذیرد سعی و تردد ایں فدوی کہ صرف بر اجرائے احکام دین متین و انتظام مہمات مملکت است ضائع شود و بہیچ طریق ازیں فکر باز نیامدہ در پے کار نصراند اگر بہ مراعات لوازم حزم و احتیاط پرداختہ از حدوث مفسدہائے متحمل الوقوع اندیشہ مند گشتہ آنچہ

بہ خاطر داشت نہ توانست از قوۃ بہ فعل آمد و بہ تصدق این عوض خدائے توانا شاہدات انشاء اللہ تعالیٰ بعد ازاں کہ کار معاندان بہ یکے از این دو وجہ ساختہ شود چرا این ہمہ عبث احتیاط خواہد نمود درباب آبدار خانہ قلمی بود آب خاصہ در غسل خانہ دریں وقت کہ آنحضرت پیوستہ در محل میباشد چہ در کار است و ہمہ برکارخانہ ملبوس نمودن اندگذر تصدق شدن معمور خواجہ رشید الحال کہ دیگر بدیں خدمہ مامور گردید پوشاک مبارک بدستور سابق بے نقل خواہد رسید۔

دارا شکوہ کا قتل موافق اور مخالف دونوں تسلیم کرتے ہیں کہ دارا شکوہ اپنی بد تدبیری خود رائی کج طبعی کی وجہ سے اس قابل نہ تھا کہ تیمور کے تخت[1] کا مالک ہوتا اس سے بھی کسی کو انکار نہیں کہ بھائیوں کی جنگ میں ابتدا اسکی طرف سے ہوئی اور عالمگیر اور مراد اور شجاع کو بھی مجبوراً اس کے حملوں کو روکنا پڑا یہ بھی کچھ الزام کی بات نہیں کہ **دارا شکوہ گرفتار** کرکے دربار میں لایا گیا لیکن اعتراض یہ ہے کہ یہ بالکل ممکن تھا کہ وہ کسی محفوظ مقام میں نظر بند رکھا جاتا وہ کتنا ہی برا سہی لیکن بھائی تھا اور بڑا بھائی تھا اگر عالمگیر اس کے خون سے ہاتھ رنگین نہ کرتا تو اخلاقی مرقع میں اسکی تصویر اس قدر نفرت انگیز نہ ہوتی۔

---

[1] ڈاکٹر برنیر سے زیادہ کون شخص دارا شکوہ کا دوست ہو سکتا ہے اس نے سخت مصیبت کی حالت میں دارا شکوہ کا ساتھ دیا تھا تاہم وہ دارا شکوہ کی ذاتی خوبیاں گنا کر لکھتا ہے:-

وہ مگر باایں ہمہ بڑا ہی خود پسند اور خود رائے تھا اور اس کو گھمنڈ تھا کہ میں اپنی عقل کی رسائی اور خوش تدبیری سے ہر امر کا بندوبست و انتظام کر سکتا ہوں اور کوئی فرد بشر ایسا نہیں جو مجھے صلاح و مشورہ دے سکے وہ ان لوگوں سے جو اس سے ڈرتے ڈرتے کوئی صلاح دینے کی جرات کر بیٹھتے تھے تحقیر و اہانت سے پیش آتا تھا چنانچہ اس ناپسندیدہ سلوک ہی کے سبب اسکے دلی خیر خواہ بھی اس کے بھائیوں کی پوشیدہ اور مخفی بندشوں سے اسے آگاہ نہ کر سکے وہ ڈرانے اور دھمکانے میں بڑا تیز تھا یہاں تک بڑے بڑے امرا کو برا بھلا کہہ بیٹھتا اور ان کی ہتک کر ڈالتا لیکن اسکا غصہ اور بد مزاجی ایک آن

بے شبہہ یہ اعتراض بظاہر نہایت قوی ہے لیکن تیموری خاندان بلکہ تمام ایشیائی سلطنتوں میں جو عیان سلطنت قید اور نظر بند ہو کر بھی سلطنت کے منصوبوں سے دستبردار نہیں ہوتے اس کے ساتھ ان کے طرفداروں کا ایک گروہ ہمیشہ موجود رہتا ہے اور اس وقت تک نچلا نہیں بیٹھتا جب تک نخل آرزو کے تمام رگ و ریشے نہ کٹ جائیں تم نے تاریخوں میں پڑھا ہوگا کہ دارا شکوہ جب دلی میں گرفتار ہو کر آیا ہے اور بازار میں اسی حالت سے نکلا ہے تو تمام شہر میں ہنگامہ برپا تھا زن و مرد دھاڑیں مار مار کر روتے تھے بالاخانوں سے ٹھیکریاں آدمیوں پر پتھر اور ڈھیلے پھینکے جاتے تھے ملک جیون پر جس نے دارا شکوہ کو گرفتار کیا تھا گالیوں کا مینہ برس رہا تھا بظاہر یہ خیال کرتے ہیں کہ یہ دارا شکوہ کی ہر دل عزیزی کا اثر تھا اور اس لئے اسکا لکتاج و تخت ہونا زیادہ موزوں تھا۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ سب ایک فتنہ گر کا شعبدہ تھا خافی خان لکھتا ہے :-

روز دیگر کہ کوتوال بموجب حکم درپے تحقیق بانی آں فساد دید حقیقت ظاہر شد کہ جمیعت تمام احدیے پیش قدم اند بعجلت گشتہ بلوہ فساد و آشوب تمام شہر گردیدہ بود۔

بے شبہہ لوگوں کو خود بھی رقت ہوئی ہوگی یہ بلکہ ہر دل عزیزی کا ثبوت نہیں ہے۔ دارا شکوہ جس شان و شوکت کا شہزادہ تھا میں کہہ چکا ہوں کہ اس کی سواری شہر میں لوگوں نے نکلتے دیکھی تھی جس طرح وہ روپے برساتا ہوا بازار سے گذرا کرتا تھا اس کے مقابلہ میں جب لوگوں نے اس کو شکستہ حال۔ پا بزنجیر بے کس و بے یار بازار سے گذرتے دیکھا ہوگا تو کون سنگدل ہوگا جس کے دل سے آہ نہ نکل گئی ہوگی۔ اس وقت فیصلہ کرنے کا کیا وقت تھا کہ تخت شاہی کے قابل بھی ہے یا نہیں؟ ایسی حالتوں میں تو دشمن کے لئے بھی آنسو نکل آتے ہیں، اور دارا شکوہ تو پھر بھی صاحبقران ثانی کا شہزادہ اعظم تھا۔

یہ امر یقینی تھا کہ دارا شکوہ جب تک زندہ رہتا سازشیں برپا رہتیں اور ملک کو امن و امان نصیب ہوتا اس لئے عالمگیر کو بھی کرنا پڑا جو خود اس کے باپ شاہ جہاں نے اس کو

ترکہ میں لاتا تھا۔ شاہ جہاں نے اپنے بھائیوں (داور بخش و شہریار) اور حقیقی بھتیجوں (ہوشنگ وغیرہ) کو قتل کرایا تھا عالمگیر کو بھی اس قسم کی بھینٹ چڑھانے کا حق تھا؟

ایں گناہیست کہ در شہر شما نیز کنند مراد کا واقعہ شاہ جہاں کی قید اور دارا کے قتل سے بھی زیادہ مشکل ہے۔ شاہ جہاں اور دارا شکوہ دونوں عالمگیر کے صریح مخالف تھے لیکن مراد عالمگیر کا دست و بازو تھا جسونت سنگھ کے معرکے میں اسی کی پامردی اور رانڈھادھند جاں بازی نے دارا شکوہ کی فتح کا پانسا الٹ دیا تھا وہ ابتدا سے عالمگیر کا ہوا خواہ اور اطاعت گذار تھا اور جو کچھ کرتا تھا عالمگیر کے تیور دیکھ کر کرتا تھا ایسے جانباز اور مطیع دوست کو عالمگیر کے ہاتھ سے یہ صلہ ملا کہ قید ہوا اور پھر قید زندگی سے آزاد ہو گیا لیکن اس مسئلہ نے اس وجہ سے یہ صورت اختیار کی ہے کہ مورخوں نے پورا واقعہ بیان نہیں کیا عالمگیر نامہ اور مآثر عالمگیری کے مصنف تو اس قسم کے واقعات کے اسباب وعلل سے مطلق بحث نہیں کرتے اس لیے ان سے کوئی شکایت نہیں ہو سکتی لیکن خافی خان جو ان مصنفوں پر ترجیح کرنے کی غرض سے دوسرے ماخذوں سے اور بالخصوص عاقل خان کی تصنیفوں سے حالات بہم پہنچاتا ہے جب اس واقعہ کو لکھتا ہے تو صرف یہ لکھ کر رہ جاتا ہے:۔

اول روز محمد مراد بخش را بحسن تدبیر کہ تقدیر براں موافقت نمود کہ بہ ذکر تفصیل آں نمی پردازد دستگیر ساختہ زنجیر بپا انداختہ الخ (جلد دوم صفحہ ۲۴۸)

خافی خان اس واقعہ کی تفصیل نہیں بیان کرتا۔ لیکن کیوں؟ کیا عالمگیر پر احسان ہے کہ وہ زیادہ بدنام ہونے پائے لیکن شاہ جہاں کی گرفتاری کا واقعہ تو اس سے بھی زیادہ بدنام کن تھا اس کو خافی خاں نے بڑی تلاش سے بہم پہنچایا چنانچہ خود لکھتا ہے۔

اگرچہ مؤلفان عہد نویس ہر سہ عالمگیر نامہ منزدی ساختن اعلیٰ حضرت راموافق مرضی مبارک بہ زبان قلم وادہ اند اما عاقل خان خافی در واقعات عالمگیر تالیف خود وشرح وبسط ذکر کردہ خلاصہ کلام آنکہ الخ (صفحہ ۱۳۲)

اسی عاقل خان نے مراد کی گرفتاری کو بھی تفصیل سے لکھا ہے ۔ اسکو خافی خان کیوں قلم انداز کرتے ہیں ۔ اصل واقعہ یہ ہے کہ مراد گو نہایت دلیر بہادر اور جانباز تھا لیکن اس کے ساتھ نہایت سادہ لوح اور نہایت آسانی سے لوگوں کے دام میں آجاتا تھا داراشکوہ پر جب اسکو فتح حاصل ہو چکی تو اب اس کو لوگوں کے بہکانے سے یہ خیال آیا کہ یہ معرکے میں نے سر کیے ہیں میں ہی تنہا تخت سلطنت کا حقدار ہوں اس خیال سے اس نے عالمگیر سے علیحدگی اختیار کی اور عالمگیر کے بڑے بڑے امرا کو بھاری تنخواہوں اور انعاموں کی طرح ڈال کر توڑنا شروع کیا چنانچہ بیس ہزار فوج اسکی رکاب میں جمع ہو گئی ۔ اور روز بروز عالمگیر کی فوج گھٹتی جاتی تھی مجبوراً عالمگیر کو اس کا بندوبست کرنا پڑا عاقل خاں لکھتا ہے :-

درین منزل بہ عرض باریافتگان محفل والا رسید کہ سلطان مراد بخش از اکبرآباد کوچ نہ کردہ از رفاقت پہلو تہی ساخت و جمعے از ملازمان بادشاہ مثل ابراہیم خان ولد علی مردان خان امیر الامرا وغیرہ ملازمت آنجناب (مراد بخش) اختیار کردہ در سلک ملازمانش انتظام یافتند و چوں مواجب و مناصب مقرر کردہ جمعیتے کہ بداں جناب رجوع می آمدند عنایت کلی می فرمایند قریب بیست ہزار سوار در ظل رایتش فراہم آمدہ روز بروز مردم ظاہر بین صورت پرست کہ از سر منزل معانی و حقیقت چندیں مرحلہ دور افتادہ اند بواسطہ طمع منصب و چشم عنایت از اردوے معلی (یعنی از فوج عالمگیر) جدا شدہ بہ آں جناب (مراد بخش) می پیوندند و جمعیت سپاہش آناً فاناً سمت ازدیاد می پذیرد ۔

یہ اسباب تھے جن کی وجہ سے مراد بخش کو قابو میں لانا پڑا لیکن انصاف یہ ہے کہ عاقل خاں کی تحریر کے موافق جس طرح مراد کو گرفتار کیا گیا یعنی عالمگیر نے اسکو دعوت کے بہلانے سے بلایا اور قیلولہ کرنے کے لئے جب وہ خوابگاہ راحت میں گیا تو ایک لونڈی بھیج کر اس کے ہتھیار منگوائے پھر شیخ میر وغیرہ کو بھیج کر اسکو گرفتار کرا لیا یہ ایک ایسا کام ہے

جو پولٹکل قانون کی رو سے گو جائز ہو اور گو مراد سے علانیہ جنگ کرنے میں ہزاروں کا خون ہوتا لیکن اگر عالمگیر اور خونریزیوں کی طرح اس کو بھی گوارا کرتا اور مراد پر تدبیر سے نہیں بلکہ شمشیر سے قابو پاتا تو ہم اس کی مردانہ روش کی زیادہ داد دیتے۔ لیکن سچ یہ ہے کہ عالمگیر نے کبھی یہ دعوے نہیں کیا کہ وہ خلیفہ منصور عباسی سے کہ جس نے ابو مسلم اصفہانی بانی دولت عباسیہ کو دھوکے سے بلا کر قتل کرا دیا تھا۔ زیادہ مدح کا مستحق ہے۔

یورپین مورخوں کی غلط بیانیاں

یورپین مورخوں نے ان واقعات کے متعلق جو غلط بیانیاں اور فریب کاریاں کی ہیں ان سب کو اگر کوئی لکھنا چاہے تو ایک مستقل کتاب لکھنی ہوگی میں نے ابتدائے بحث سے اس وقت تک قصداً ان کو نظر انداز کر رکھا تھا کہ ان میں الجھ کر کہیں نہ جاؤں لیکن اب جبکہ میں صفحہ بیان کر کے بحث کے خاتمہ پر آ گیا ہوں تو نہایت اجمال کے ساتھ اس مسئلہ پر اس غرض سے کچھ لکھنا شروع ... ہے کہ یورپین مورخوں کی غلط کاری نا واقفیت فریب بازی اور دانستہ تحریف کا اندازہ ہو سکے۔ شاہجہاں دارا شکوہ مراد ہر ایک واقعہ کے متعلق ان مورخوں کی بیانات ہر زمین پر لیکن اختصار کی غرض سے صرف مراد کے واقعہ پر اکتفا کرتا ہوں۔

(۱) تمام یورپین مورخین لکھتے ہیں کہ شاہجہاں کے مقابلے میں بغاوت اور دارا شکوہ کے لڑنے پر مراد کو عالمگیر نے ابھارا اور مختلف فریبوں سے اس کو آمادہ کیا لیکن علاوہ تاریخی کتابوں کے خود مراد کے خطوط موجود ہیں جن سے صراحتہً ہر جگہ ثابت ہوتا ہے کہ عالمگیر اپنی جگہ سے حرکت کرنا بھی نہیں چاہتا تھا اور بار بار مراد کو روکتا تھا ایک خط میں جو ۲۳ ماہ صفر یعنی شاہ جہاں کی بیماری سے دو مہینے بعد مراد نے عالمگیر کو لکھا ہے تمام واقعات کی اطلاع دیکر اور عالمگیر سے شریک ہونے کی درخواست کر کے لکھا ہے:۔

اگر آں صاحب مہربان نیز از طرف متوجہ شوند بہ دو الا مخلص ہیچ چہ دریں باب توقف نخواہد

قرار نمی تواند داد۔

جب عالمگیر نے ان خطوط کے جواب میں لکھا ہے کہ ابھی حضور اقدس زندہ ہیں اور ہم لوگوں کو جگہ سے حرکت نہ کرنی چاہیئے اور آپ نے بندر سورت پر چڑھائی نہ کی ہوتی تو بہتر ہوتا تو متعدد خطوں میں عالمگیر کو آگے کی طرف بڑھنے پر ابھارا ہے ایک خط میں جو ربیع الاول کا لکھا ہوا ہے لکھا ہے۔

انچہ از تقریر و تحریر گرامی مفہوم شدہ کہ در وقوع آں واقعہ (وفات شاہ جہاں) تردد دارند۔ بہ خود معقول نمی تواند کرد۔ بہر حال چوں ہرچہ بعد از تیقن ایں معنی بائستے کرد بہ فعل آمدہ برگشتن از امکان دارد

پھر ایک اور خط میں لکھا ہے۔

انچہ اندراج یافتہ کہ چوں تا حال خبر وقوع قضیہ ناگزیر (یعنی وفات شاہ جہاں) بما نہ رسیدہ بلکہ آثار صحت ظاہر می شود از جائے خود حرکت کردن بہ اظہار بعضے مراتب پرداختن مناسب نمی نماید اگراں برادر نیز بعد از تحقیق اخبار افواج بہ سورت نمی فرستادند دریں کار نمی رفتند بہتر می بود (یہاں تک عالمگیر کا قول نقل کیا ہے) اور واقعہ نظر بنوشتہ جات وکیل چنیں بائستے کرد کہ مرقوم فرمودہ اند مادریں ایام بریں با اعتماد نیت کہ از تقاریر جاسوسان معتمد بہ یقین پیوستہ کہ در اواسط شہر ذالحجہ حضرت را ہنگام موعود رسید و وکلائے ما برادران بہ معنی نظر بند اند بہرود تقدیر۔ استعلام خبر بردن۔ وقت و فابو را از دست دادن و بہ گفتگوئے عناد بازی خوردن و اطاعت او کہ جہلا طبیعت بر نمی تابد کردن است

اسی خط کے اخیر میں لکھا ہے:۔

ملخص مہمات آنکہ قرار و مدار کار خود را بر محاربہ و جنگ گذاشتہ ہمہ جا مستعد و آمادہ کارزار دوست وسوائے ایں فکرے دیگر تدابیر دو بہ پیرامون خاطر نمی گردد و اگر انتظار

آں صاحب والا قدر مانع می بودند تا حال خود را به آں نواحی می رسانید" مرقوم ربیع الاول)

اس پر بھی عالمگیر مراد کو بار بار روکتا ہے اور مراد بڑھنے کے لیے بیقراری ظاہر کرتا ہے چنانچہ ایک خط میں لکھتا ہے "مخلص را سوائے اجازت آں مہربان مانعے نیست" اس کے بعد جب مراد نے سورت کا قلعہ فتح کر لیا ہے تو ۱۸ ربیع الثانی کو عالمگیر کو ایک خط میں لکھتا ہے:-

لشکرے کہ مشغول آنجا (یعنی سورت) بود دریں زودی بہ حضورمے رسد منتظر اشارہ و اجازت آں صاحب مہربان ہست۔ اسی زمانہ میں یعنی ۱۴۔ ربیع الثانی کو ایک خط میں عالمگیر کو لکھتا ہے کہ چوں آں صاحب والا قدر دریں وادی متردد خاطر بودہ در کارہائے ضروری آں وقت را موقوف بہ تشخیص خبر می دارند۔ ہر چند وقتے گذرد۔ مخالف (یعنی دارا شکوہ) قوت و استقلال دیگر میگیرد ایں قدر یقین حاصل ست کہ حضرت اعلیٰ شاہ جہاں مطلق اختیارے نماندہ است و آں حضرت را ملحد (دارا شکوہ) ابستہ بہ قید خویش در آوردہ است کہ افواج بر سر شجاع رفتہ و در پئے برہم زدن ما ہا است بہ محض رفتن ہر ہیچے کہ روئے دہد آں ملحد را از میان بر داشتہ حضرت اعلیٰ را از دست او برمی آریم۔ بہر حال عازم مقصد شدن اول ہست اگر ایں طرز پسند خاطر افتد صاحب قبلہ بھائی جیو شجاع را ہمدریں باب متفق ساختہ در یک ساعت و یک وقت از جاہائے خود روانہ مطلب می باید شد۔

اس قسم کے اور بہت سے خطوط ہیں جن سے علانیہ ثابت ہوتا ہے کہ عالمگیر بار بار روکتا ہے اور کہتا ہے کہ حضور اقدس کی زندگی تک ہم لوگوں کو اپنی اپنی جگہ پر رہنا چاہیے لیکن مراد کبھی تو یہ کہتا ہے کہ درحقیقت حضرت اقدس رحلت کر گئے کبھی لکھتا ہے کہ حضور اگر زندہ بھی ہیں تو دارا شکوہ کے قابو میں ہیں کبھی لکھتا ہے کہ اب تو جو ارادہ کر لیا اب آپ بھی ساتھ دیجیے ورنہ بندہ تنہا روانہ ہوتا ہے انصاف کرو ان تصریحات کے بعد یورپین مورخوں یا خافی خان کا یہ بیان کس حد تک صحیح ہو سکتا ہے کہ عالمگیر نے مراد کو دم دلاسے دیکر اپنی شرکت پر آمادہ کیا۔

(۲) یورپین مورخین عموماً لکھتے ہیں کہ عالمگیر نے مراد سے معاہدہ کیا تھا کہ سلطنت آپ کو ملیگی

میں دارا شکوہ کے استیصال کے بعد حج کو چلا جاؤں گا۔ برنیر صاحب لکھتے ہیں کہ اسی بنا پر عالمگیر بظاہر مراد کو "حضرت" کے لفظ سے خطاب کرتا تھا۔ خافی خان کی طرز تحریر سے پایا جاتا ہے مراد کو سلطنت کی امید دلائی گئی تھی لیکن یہ ایک نہایت تاریخی غلطی ہے بے شبہ تینوں بھائیوں میں ایک معاہدہ ہوا تھا۔ لیکن خافی خاں اور یورپین مورخوں نے اسکی تحقیق کرنے کی تکالیف گوارا نہ کی کہ وہ معاہدہ کیا تھا۔ مرزا مراد نے اپنے خطوط میں جو عالمگیر اور شجاع کو لکھے ہیں جا بجا اس کا اشارہ کیا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ دارا شکوہ جب ہم میں کسی ایک پر چڑھائی کرے اور بھائی بھی اعانت میں شریک ہوں چنانچہ ایک خط میں لکھا ہے:-

از معاہدات قبلہ آن ست کہ ہرگاہ ملحد (دارا شکوہ) بہ یکے از برادران بپیچد دیگراں یک کنند

اس کے سوا یہ بھی معاہدے میں داخل تھا کہ فتح کے بعد ایک ثلث مال غنیمت اور کابل و پنجاب و کشمیر کے علاقے مراد کو دے جائیں۔ عاقل خاں واقعات عالمگیری میں لکھتا ہے:-

قرار یافتہ کہ ثلث از غنائم نصیب سلطان یعنی (مراد بخش) بہ سرکار فیض آثار یعنی عالمگیر عائد گردد و بعد تسخیر کل قلمرو حضرت صاحبقران و فتح ممالک محروسہ ہندوستان ولایت **پنجاب و ملتان و کشمیر و کابل**۔ جناب سلطانی تعلق گیرد آنجناب یعنی (مراد) در ولایت مذکورہ علم سلطنت بہ عزد و ند آن جا سر کوس فرمانروائی بنوازد و خطبہ و سکہ بنام خود بسازد

چنانچہ دارا شکوہ کی شکست کے بعد جب مراد نے عالمگیر سے ناراضی اور علیحدگی ظاہر کی تو عالمگیر نے اسی معاہدہ کی بنا پر ۲۰ لاکھ روپے نقد بھیجے اور کہلا بھیجا کہ دارا شکوہ کے قصہ کے فیصل ہونے کے بعد کابل اور پنجاب اور کشمیر بھی حوالے کیا جائے گا عاقل خاں لکھتا ہے:-

لاجرم آنحضرت عالمگیر مبلغ بیست لاکھ روپیہ نقد بہ واسطہ ارسال داشتہ پیغام کرد کہ بالفعل ایں مبلغ را بصرف ضروریات خاصہ خود سپاہ صرف نمایند بعد ازینکہ آن برادر والاتبار مقرر گردیدہ کہ ثلثے از غنائم بہ سرکار ایشاں عائد گردد و تتمہ نیز خواہد رسید انشاء اللہ تعالیٰ بعد از تمام پذیرفتن مہم دارا شکوہ ولایت پنجاب کابل و کشمیر بہ آن سند آرائے سلطنت جہانداری

ارزانی خواہد شد۔

ان واقعات کے مقابلہ میں ڈاکٹر برنیر صاحب اور دیگر یوروپین مورخوں کا یہ بیان کہ عالمگیر نے مراد کو اس بھرے پر چڑھایا کہ ہندوستان کی سلطنت کے صرف آپ مستحق ہیں اور میں آپ کو سلطنت دلا کر گوشہ نشین ہو جاؤں گا۔ کس قدر صریح افترا و بہتان ہے۔ ڈاکٹر برنیر نے اس مضمون کو بار بار بڑے زور سے بیان کیا ہے چنانچہ فرماتے ہیں۔

اورنگ زیب اگرچہ بظاہر مراد بخش کو بادشاہ ہندوستان کہہ کر گفتگو کرتا یا ظل اللہ سے کہا کہ صرف حضرت ہی تخت نشینی کے لائق ہیں (صفحہ ۱۰۴)

ڈاکٹر صاحب موصوف فرماتے ہیں کہ عالمگیر نے مراد کو ایک خط لکھا جس کے برجستہ فقرے یہ ہیں۔

"بھائی تمکو اپنا بات کے یاد دلانے کے لئے کچھ حاجت نہیں کہ امور سلطنت کی محنت اٹھانی میرے اصلی مزاج اور طبیعت سے کس قدر مخالف ہے۔ اور اگرچہ سلطنت کے حق حقوق اور دعووں سے میں بالکل دستبردار ہوں یہی نہیں کہ دارا شکوہ فرمانروائی کے اوصاف سے خالی ہے بلکہ لامذہب ہونے کا فرمذہبی کی وجہ سے بالکل تاج اور تخت کے لائق نہیں ہیں، اس صورت میں اس عظیم الشان سلطنت کی فرمانروائی کے لائق صرف آپ ہی ہیں اور میری بابت تو یہ تصور کر لیجئے کہ اگر آپ کی طرف سے موثق اور مستحکم طور پر مجھے یہ وعدہ مل جائے گا کہ جب بفضل خدا آپ بادشاہ ہو جائیں گے تو مجکو اپنے قلمرو میں کوئی خلوت کا گوشہ عافیت یہ اطمینان خاطر عبادت بجا لانے کو عنایت فرما دیجئے گا۔ پس ایک لمحہ بھی ضائع نہ کیجئے اور موقع کو غنیمت سمجھئے اور جلدی سے سورت کے قلعہ پر قبضہ کر لیجئے۔

انصاف کرو ڈاکٹر صاحب کے یہ بیانات کس قدر صحیح ہیں اور خصوصاً یہ بیان کہ آپ فوراً سورت پر قبضہ کر لیجئے اور دیر نہ لگائیے کس قدر سچ ہے مراد کے خطوط میں خود تصریح ہے کہ عالمگیر مراد کو بیہودہ نقل و حرکت سے روکتا یا بالخصوص قلعہ سورت پر اسکی پیش قدمی کی نسبت صاف لکھا کہ نامناسب تھی۔ ڈاکٹر برنیر صاحب البتہ عالمگیر کو مراد کی پیش دستی کا محرک بتلاتے ہیں ہم کو مراد اور ڈاکٹر برنیر صاحب میں سے کس پر اعتبار کرنا چاہیے۔

(۱۴) تمام یوروپین مورخین لکھتے ہیں کہ عالمگیر نے شراب پلوا کر مراد کو گرفتار کیا۔ لیکن اگر برنیر صاحب کے سوا کسی مورخ نے اسکے متعلق ایک حرف بھی نہیں لکھا طرہ یہ کہ الفنسٹن صاحب گورنر بمبئی اپنی تاریخ ہندوستان کے ایک نوٹ میں لکھتے ہیں۔

اگرچہ برنیر صاحب بھی اسی زمانہ کے قریب تھے اور وہ عمدہ لکھنے والے ہیں مگر تقریری اور تحریری واقفیت انکی محدود ہوگی اور ہندوستانیوں پر رائے لگانے کے ذریعہ ان کے پاس کچھ تھوڑے موجود ہوں گے علاوہ اس کے ان کے بیان میں ایسی ایسی حکایتیں مذکور ہیں جو لوگوں کی بناوٹی معلوم ہوتی ہیں (صفحہ ۹۹۹ مطبوعہ علی گڈھ)

الفنسٹن صاحب نے برنیر صاحب کے متعلق نہایت محققانہ رائے دی ہے۔ لیکن افسوس یہ ہے کہ ان کے نزدیک برنیر کا بیان وہیں تک ناقابل اعتبار ہے جہاں تک عالمگیر کے موافق ہے ورنہ عالمگیر کی مخالفت میں اس کا ایک ایک حرف وحی ہے اور نہ صرف الفنسٹن صاحب بلکہ تمام یوروپین مورخین اس کو صحیفہ آسمانی سمجھتے ہیں۔ عالمگیر کے الزامات کی تمامی روداد تمھارے سامنے ہے غور سے پڑھو اور بار بار پڑھو اور ایک ایک واقعہ کو جانچو اور پھر دیکھو کہ مخالف مورخوں نے عالمگیر کے بُرا ثابت کرنے کے لئے کیا کیا غلط بیانیاں کی ہیں کس کس طرح واقعات کو بدلا ہے کیا کیا غلط نتائج قائم کئے ہیں کن کن پر فریب طریقوں سے کام کیا ہے عالمگیر کیا اگر یہ کوشش نوشیرواں کے متعلق صرف کی جاتی تو وہ بھی شیطان مجسم نظر آتا۔

عبرت عالمگیر کے دوستوں میں ایک صاحب لین پول صاحب ہیں اُنھوں نے عالمگیر کے حالات میں ایک کتاب لکھی ہے اور اپنی دانست میں عالمگیر کے تمام الزامات کا جواب دینا اور عالمگیر کو قابل مدح ثابت کرنا چاہا ہے۔ لیکن انکا طریقہ یہ اختیار کیا ہے کہ عالمگیر کی ہر قسم کی برائیاں یعنی داراشکوہ وغیرہ کا قتل ہندو ریاستوں سے بگاڑ۔ بنیاد سلطنت کا متزلزل کرنا بھائیوں کا توڑنا ہندوؤں کا ملازمت سے موقوف کرنا دکن کی اسلامی سلطنتوں کا برباد کرنا

مرہٹوں کے پیچھے فوج ملک اور سلطنت کو غارت کرنا وغیرہ ثابت کی ہیں اور لکھا ہے کہ عالمگیر چونکہ ایک نہایت دیندار پکا راسخ مسلمان تھا اس لئے فرائض مذہبی کے لحاظ سے ایسا کرنا اُس کا فرض مذہبی تھا۔ چنانچہ منجملہ اور بہت سے مقامات کے ایک جگہ آپ تحریر فرماتے ہیں۔

مغلوں کی تاریخ میں یہ سب سے پہلا بادشاہ ہے جو پکا مسلمان تھا جو ممنوعات سے خود پرہیز کرتا تھا اور دوسروں کو جو اس کے گرد تھے باز رکھتا تھا وہ ایسا بادشاہ ہوا جس نے محض مذہب کے بدولت اپنے تخت کو سرمن خطر میں ڈال دیا وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ میل جول سب سے زیادہ محفوظ طریقہ تھا جو مختلف قوموں اور متناقض مذاہب کی بنی ہوئی سلطنت کے قائم رکھنے میں اختیار کیا جا سکتا۔ وہ ضرور اس پرخطر راستہ سے واقف ہوگا جس پر وہ گام فرسائی کرتا تھا اور خوب جانتا ہوگا کہ ہندوؤں کے ہر ایک خیال سے علیحدگی کرنا اور ایرانی متوسلوں کو جو اس کے دربار میں بڑے بڑے سردار تھے علانیہ مخالفت کر کے دشمن بنانا گویا انقلاب کو خود بلانا تھا تاہم اُس نے یہی رستہ اختیار کیا اور بڑے استقلال سے اپنی پچاس برس کی عدیم المثال فرمانروائی میں اسی پر چلا گیا یہ حیلہ کارروائیاں اورنگ زیب نے کسی گہری حکمت عملی کی وجہ سے نہ کی تھیں بلکہ ان کو وہ قطعی حق سمجھتا تھا (ترجمہ لین پول صفحہ ۱۶۳ و ۱۶۴)

ایک اور موقع پر فرماتے ہیں۔

اورنگ زیب کے عہد حکومت میں ناکامی تو ہوئی لیکن یہ ناکامی بڑی رفیع الشان ناکامی تھی دنیا کا رستہ اُس نے اپنی قوت ایمانیہ پر نثار کر دیا تھا اُس نے اپنے ادائے فرض کا راستہ منتخب کر لیا تھا اور چونکہ وہ قطعی غیر ممکن العمل تھا لیکن پھر بھی وہ بڑے استقلال سے اُسی پر چلا گیا اگر اورنگ زیب ایک دنیادار شخص ہونے کے قابل ہو سکتا ہوتا تو اس کا راستہ بے خلش فرش گل سے ڈھکا ہوتا لیکن اسکی شان اور کامرانی تو اسی میں ہے کہ اُس نے اپنی روح کو مجبور نہیں کیا اور علم عقائد کو پیٹھ دکھانے کی جرات نہ کی۔ ہندوستان کا یہ دیندار اعظم

ایسے مادہ کا شخص انگریزوں نے تاج شہدا جیت لیا صفحہ ۲۰۱

لین پول صاحب کی یہ مہربانی چنداں قابل تعجب نہیں وہ یورپین مورخ ہیں اور ان کو یہی کرنا چاہیے تھا لیکن عبرت کا یہ مقام ہے کہ جدید تعلیم یافتہ گروہ لین پول صاحب کی کتاب کو عالمگیر کی حمایت خیال کرتا ہے۔ چنانچہ ایک صاحب نے اس کا اردو میں ترجمہ کیا اور قوم کے ایک بزرگ مشہور و معزز کے نام معنون کیا کہ یہ ایک اسلامی خدمت ہے!!!

زنادانی ہرا و کرد ہمدم کار من ضائع عجب تر اینکہ بر من منت بسیار ہم دارد

"عیب ما جملہ بگفتی ہنرش نیز بگو" ایک طول طویل افسانہ جو مدت میں جاکر ختم ہوا اس کا حاصل صرف اس قدر نکلا کہ عالمگیر اتنا بُرا نہ تھا جتنا اس کے مخالف اسکو بتاتے ہیں۔ لیکن کیا عالمگیر کی قسمت میں اسی قدر ہے کیا اسکو اسی پر قناعت کرنی چاہیے کہ تحسین نہ سہی تعریض سے بچ جائے۔ ہمکو مخالف مورخوں کی اس حق گوئی کی داد دینی چاہیے کہ انھوں نے گو عالمگیر کے معائب بھی گنا کر لکھے لیکن محاسن کے اظہار میں کچھ کمی نہیں کی ہے البتہ یہ ہے کہ معائب کا صدور اس بلند آہنگی سے ہو نکا کہ خوبیوں کی بھنک بھی کانوں تک نہیں آسکی۔ لیکن اب جبکہ الزامات کا تیرہ و تار رہا مطلع کسی قدر صاف ہو گیا ہے عالمگیر کی حقیقی خوبیوں کے پیش نظر کرنے کا موقع ہے۔

ملکی اصلاحات اور انتظامات

تیمور اپنے جانشینوں کے کارنامے میں ہمیشہ ملکی فتوحات اور وسعت حدود ڈھونڈا کرے گا۔ عالمگیر اس امتحان میں پورا اتر سکتا ہے وہ آسام اور تبت کو مسخر کر چکا ہے۔ دکن کی دو سلطنتیں حدود حکومت میں شامل ہو گئی ہیں مختصر یہ کہ اس کے عہد میں تیموری حکومت کے عہد جس قدر وسیع ہوئے کبھی نہیں ہوئے تھے۔ لیکن ہمکو عالمگیری تاریخ حکومت میں تیمور کے مذاق کی پیروی کی ضرورت نہیں چنگیز خاں نے بھی ملک فتح کئے تھے۔ سکندر بھی بہت بڑا کشورستان تھا لیکن ہم یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ ملکی انتظامات اور اصلاحات میں عالمگیر نے کیا کیا ہے۔ اسکی تفصیل حسب ذیل ہے:-

(۱) تمام سلاطین کے زمانہ میں مالگذاری کے علاوہ بیسیوں ناجائز ٹیکس و محصول جاری

ٹیکسوں کی موقوفی عملی طور پر تعداد مال گذاری کی برابر پہنچ جاتی تھی مثلاً چنگی یا منڈوی (مکان کا ٹکس) سرشماری، برشماری، برگدی۔ خوشانہ، جرمانہ، شکرانہ وغیرہ وغیرہ ان محصولوں کی تعداد اسی تک پہنچی تھی اور ان کی آمدنی جیسا کہ خافی خاں نے لکھا ہے کروڑوں سے زیادہ تھی۔ عالمگیر نے یہ تمام محاصل ایک قلم موقوف کر دیے۔

(۳۰) اکبر کے زمانے میں مال گذاری اور خراج کا جو دستور العمل مرتب ہوا تھا اس کی پھر تجدید قانون مال گذاری اور بندوبست اراضی اور ترمیم کی ضرورت ہوئی۔ عالمگیر نے اپنے زمانہ میں ترمیم اصلاح کر کے ایک جدید دستور العمل تیار کیا۔ چنانچہ ہمارے ایک بنگالی دوست جدوناتھ سرکار پروفیسر پٹنہ کالج نے اسکو مع انگریزی ترجمہ کے ایشیاٹک سوسائٹی کلکتہ کے پرچہ میں چھاپا ہے ہم تطویل کے لحاظ سے اسکو نقل نہیں کر سکتے اس موقع پر یہ ظاہر کرنا مناسب ہوگا کہ عالمگیر کے زمانہ میں محاصل سلطنت اس قدر ترقی کر گیا تھا کہ اکبر اعظم کے عہد سے اس وقت تک کبھی نہیں ہوا تھا چنانچہ ہم عہد بہ عہد کی تفصیل لکھتے ہیں۔

اکبر ایک کروڑ نوے لاکھ پونڈ شاہجہان ۲ کروڑ ۲۷ لاکھ پچاس ہزار پونڈ عالمگیر چار کروڑ پونڈ یعنی ساٹھ کروڑ روپیہ۔ عالمگیر کے حدود حکومت میں جو اضافہ ہوا تھا وہ حیدر آباد، بیجاپور، آسام، چاٹگام اور تبت تھا۔ لیکن ان تمام ملک کی آمدنی دس بارہ کروڑ روپیہ سے زیادہ نہیں ہو سکتی تھی باقی جو اضافہ ہے وہ صرف ہندوستان کی خوبی اور ملک کی آبادی کی طرف منسوب کیا جا سکتا ہے

(۳۱) عالمگیر کے زمانے تک یہ عام قاعدہ تھا کہ جب کوئی عہدہ دار سلطنت مر جاتا تو اس کی تمام

عہدہ داروں کے مرنے پر جائداد اور مال کی ضبطی کا موقوف کرنا

جائداد اور اسباب ضبط ہو کر شاہی خزانہ میں داخل ہو جاتا تھا اگرچہ یہ قاعدہ جیسا آج ظالمانہ نظر آتا ہے اس زمانہ میں نہ تھا اور درحقیقت بعض خاص مصالح پر مبنی تھا۔ لیکن اس میں یہ شبہ نہیں کہ یہ طریقہ بہت سی برائیوں اور بے حیوں کا سرچشمہ بن گیا تھا عالمگیر نے اس قاعدے کو سرے سے موقوف کر دیا۔ آثر عالمگیری

بس ہے صفحہ (۵۱۱)

واگذاشت متروکات امرائے عظام کہ مطالبہ دار سرکار عالی نباشند از عقاب آنہا کہ متصدیان بادشاہی در ایام سلاطین سابق بہ فراوان احتیاط ضبط می نمودند ازیں معنی سبب آزار ماتم زدگان وافر یا وجیران می شد عفو فرمودہ بودند۔

خافی خاں اور لین پول بھی اس واقعہ سے انکار نہیں کرتے۔ لیکن کہتے ہیں کہ اس حکم کی تعمیل کم ہوتی تھی کیونکہ عالمگیر کے امراء اس کے احکام کی پوری تعمیل نہیں کرتے تھے اسکا فیصلہ ناظرین کے ہاتھ ہے (۴) سب سے بڑا کام جس سے شاید دنیائے اسلام کی تاریخ خالی ہے یہ ہو کہ بادشاہ وقت کے مقابلے میں اگر کوئی شخص دادرسی چاہے تو نہ اسکی مجال تھی نہ اس کا کوئی قاعدہ مقرر تھا۔

عالمگیر نے ۸۳۰۱ء میں یہ فرمان نافذ کیا کہ تمام اضلاع میں سرکاری وکیل مقرر کئے جائیں اور عام منادی کرادی جائے۔ کہ جس کسی کو بادشاہ پر کوئی دعوے ہو پیش کرے اور سرکاری وکیل اس کی جوابدہی کرے اور اس کا حق ثابت ہو تو سرکاری وکیل سے اپنا مطالبہ وصول کرے خافی لکھتا ہے (صفحہ ۹۴)۔

دریں سال از راہ حق پرستی و عدالت گستری حکم فرمودند کہ در حضور و شہر ہا منادی نمایند کہ بر ذمہ بادشاہ طلب و دعوی داشتہ باشد حاضر گشتہ بہ وکیل بادشاہی رجوع نماید بعد اثبات حق خود بستاند و فرمودند کہ وکیل شرعی از طرف آں بادشاہ دادگر برائے جواب خلق اللہ کہ دسترس بیدن حضور نداشتہ باشند در حضور و بلاد دور و نزدیک مقرر نمایند و در ہمہ صوبجات وکیل شرعی تعین گردیدند۔

(۵) ملک اور رعایا کی حالت دریافت کرنے کے لئے پرچہ نویسی اور واقعہ نگاری کے واقعہ نگار اور پرچہ نویس صیغے کو نہایت وسعت دی اگرچہ اس میں شبہہ نہیں کہ یہ محکمہ خطرے سے خالی نہیں اگرچہ پرچہ نویس خودغرض اور رشی ہوں تو ان سے بڑھ کر کوئی چیز ملک کی بربادی

سلہ لین پول صفحہ ۱۱۶ وسلہ لین پول نے نہایت صحیح اخذوں سے اکو متعلق تفصیلی رپورٹ لکھی ہے۔

معلوم ہوتا ہے کہ جو خلفا اور سلاطین مثلاً عمر فاروق، مامون الرشید، ناصر الدین اللہ عدل و انصاف کے نمونے تھے سب نے یہ محکمہ قائم کیا تھا اور اسکو نہایت وسعت دی تھی البتہ بڑی احتیاط سے اس کے متعلق کام لیتے تھے۔ عالمگیر بھی نہایت احتیاط برتتا تھا اور اس کے خطرات سے بخوبی واقف تھا ایک موقع پر خود ایک رقعہ میں لکھا ہے۔

از انجا کہ سوانح نگاران برائے اغراض نفسانی چیزہائے بسیار بے رعایت ز اوان ترتیب کردہ نامے بہ بندند باید کہ آن فدوی بہ دیوان بہ نگارد کہ ہمہ مراتب را چنانچہ باید بتحقیق نماید و بہ حضور معروض دارد

معز الدین اپنے پوتے کو ایک رقعہ میں اپنے واقعہ نگار کے متعلق لکھا ہے:-

اگر دانند خدمت واقعہ نگاری بہ دیگرے مقرر نمایند کہ حالات واقعہ نگار واقعہ نماید۔

اعظم شاہ کو ایک رقعہ میں لکھتا ہے:-

واقعہ نگار و ہرکارہ ہائے معتبر و محتاط در محال بگذارند در روزمرہ احکام عمال بخوانند

پرچہ نویسی کے انتظام کی بدولت ہندوستان جیسے وسیع ملک کے ایک ایک کونے کی خبر عالمگیر کو پہنچتی تھی اس کے عہد کی یہ مخصوص بات ہے کہ جس قدر رعایا کی اصلی حالت سے خبر رکھتا تھا اور ان کی آسائش و آرام کا انتظام کرتا تھا کسی سلطنت میں اسکی نظیر بہت کم مل سکتی ہے اس کے رقعات پڑھو۔ شہزادوں، صوبہ داروں، عاملوں کی ایک ایک فروگذاشت کو پکڑتا ہے۔ واقعہ نگار کا حوالہ دیتا ہے ہزاروں کوس پر کسی سوداگر یا کسی راہ چلتے کی کوئی چیز ضائع ہو جاتی ہے تو فوراً اسکو خبر لگ جاتی ہے اور وہاں کے عامل سے باز پرس کرتا ہے۔

(۶) عالمگیر کی تاریخ حکومت کا سب سے حیرت انگیز واقعہ اس کا کلیات اور جزئیات پر یکساں حاوی اور باخبر ہونا ہے وہ ایک طرف تو ایسے بڑے بڑے مہمات میں مصروف رہتا تھا جن سے دم لینے کی مہلت بھی نہیں مل سکتی ہے۔ دوسری طرف چھوٹے سے چھوٹا واقعہ بھی اس کی آگہی سے مخفی نہیں رہ سکتا تھا اور وہ ان کو بھی اسی توجہ اور عزم سے انجام دیتا تھا

الفنسٹن صاحب سے زیادہ عالمگیر کا کوئی دشمن نہیں گذرا ہے انکو بھی مجبوراً لکھنا پڑا۔
وہ خود تن تنہا اپنی حکومت کی ہر شاخ کی کارگذاری جزوی کاموں کی لحاظ اور حیثیت سے کرتا رہا لشکر کشیوں کے نقشے سوچتا تھا۔ لشکر کشیوں کے زمانے میں ہدایتیں جاری کرتا تھا۔ سرداروں کی قلعوں کے نقشے بہ ایں مقصود اسکی خدمت میں ارسال کرتے تھے کہ حملوں کے مقاموں کو مقرر کرے اُسکے رقعوں میں پٹھانوں کے ہموار ملکوں میں سڑکوں کے جاری کرانے اور ملتان آگرے کے فساد ونکو دبانے یا تھٹہ تندہار کو دوبارہ حاصل کرنے کی تدبیریں مندرج پائی جاتی ہیں اور اسی عرصہ میں خرچ کا کوئی ٹکڑا یا بار برداری کی کوئی رسد نہ تھی جس کا ہیچ تمام ایسے حکموں کے بدون پایا جائے جس سے تھوڑے بہت حکموں کو اورنگ زیب نے خاص اپنے ہاتھوں سے جاری نہ کیا ہو ضلع کی مالگذاری کے ادنے افسر کا تقرر یا کسی دفتر میں کسی محرر کا انتخاب اپنی توجہ فرمائی کے نامناسب نہ سمجھتا تھا اور سارے کارگذاروں کی کارگذاری کی نگرانی جاسوسوں اور آنے جانے والوں کے ذریعہ سے کرتا تھا اور اسی خبروں کی اصل و بنیاد ہمیشہ فہمائش اور ہدایتوں کے وسیلے سے انکو آگاہ اور خبردار رکھتا تھا مگر تفصیل جزئیات پر ایسے ذوق و شوق سے منہمک ہوتا۔ جیسے کہ ہوشیاری اور بیدار مغزی کی دلیل ہے ویسے ہی کام کلج کی اصلی ترقی اور راجر لے کار کی عروج کے لئے چنداں موجب نہیں مگر چونکہ **اورنگ زیب** کی ذات اور طبیعت میں التفات جزئیات کے ساتھ بڑھی چابکی اور چالاکی سلطنت کی عمدہ عمدہ کاموں میں بھی پائی جاتی تھی اس سے طبیعت کی آمادگی اور نہایت گرم جوشی اپنی معلوم ہوتی ہے جو ہر زمانے میں بڑی عجیب و غریب سمجھی جاتی ہے۔

رے ، ایشیائی سلطنتیں اس بات میں ہمیشہ بدنام رہیں کہ عمال و عہدہ دار اکثر رشوت خوار ہوتے تھے ہر رشوت خواری کے اسباب میں بہت بڑا قوی سبب پیشکش اور نذرانہ کی رسم تھی یعنی تمام وزراء امراء عمال سالانہ جشن میں بادشاہ کو نہایت گراں قیمت نذرانہ پیش کرتے تھے یہ نذریانہ اکثر ان لوگوں کے سالانہ تنخواہ کے قریب قریب برابر پڑ جاتے تھے اس بنا پر ان لوگونکو اس نقصان کی تلافی کے لئے خواہ مخواہ رعایا سے رشوت لینی پڑتی تھی۔ جہانگیر اپنی تزک میں ان نذرانوں کا ذکر بڑے لطف اور مسرت کے لہجے سے کرتا ہے اور ایک ایک چیز کی تفصیل لکھتا ہے۔ بعض نذرانوں کی تعداد

کرور سے زائد پہنچ گئی ہے اگرچہ اس کے مقابلہ میں بادشاہ بھی بشمار انعامات واکرامات کرتا تھا۔ لیکن یہ کہنا مشکل ہے کہ ان انعامات سے نذرانوں کا پورا بندوبست ہوتا تھا اس کے علاوہ انعامات اکثر نقد کی صورت میں نہیں ہوتے تھے اور نذرانہ میں جو چیزیں پیش کی جاتی تھیں خرید کر مہیا کرنی پڑتی تھیں۔ بہرحال یہ قطعی ہے کہ یہ نہایت بُرا طریقہ تھا۔ اور سینکڑوں مفاسد اس سے پیدا ہوتے تھے۔ عالمگیر نے اس طریقہ کو بالکل بند کردیا چنانچہ تفصیل اسکی آگے آتی ہے۔

(۸) عالمگیر کے عہدِ حکومت کا سب سے بڑا کارنامہ اس کا عدل و انصاف ہے جس میں عزیز و بیگانہ، غریب و امیر، دوست و دشمن کی کچھ تمیز نہ تھی ایک دفعہ میں خود لکھا ہے:- کہ معاملات انصاف میں شہزادوں کو بھی عام آدمیوں کی برابر سمجھتا ہوں یہ محض دعویٰ نہیں بلکہ غیروں نے بھی اس کی تصدیق کی ہے۔ لین پول صاحب عالمگیر کے سوانح میں لکھتے ہیں۔

اووبین جس کی ذاتی سند تو چنداں قابل اعتبار نہیں لیکن جس نے اپنی رائے ایسی نکتہ چینیوں کی تحریر سے اخذ کی ہے جسکو اورنگ زیب کی ذرا بھی پاسداری نہ تھی یعنی نکتہ چین سنّی اور سورت کے تاجر میں کہتا ہے مثلاً اعلم عدل کا دریائے اعظم ہے جیسے تلے انصاف سے وہ عموماً تجویز کرتا ہے کیونکہ شہنشاہ کے حضور میں سفارت امارت اور منصب کی کچھ پیش نہیں جاتی بلکہ ادنیٰ سے ادنیٰ آدمی کی **اورنگ زیب** اس مستعدی سے بات سنتا ہے جس طرح کہ بڑے سے بڑے امیر کی ڈاکٹر **کاریری** نے بھی جس نے اورنگ زیب کو بمقام دکن ۱۶۹۵ء میں دیکھا تھا اس کا چال چلن بیان کیا ہے۔

ایک اور موقع پر لین پول لکھا ہے:-

سیاحوں کی مخالفانہ نکتہ چینیاں اورنگزیب کے چال چلن پر اسی زمانہ تک ہیں جبکہ وہ شہزادہ تھا لیکن وہ سیاح جس وقت اس کے زمانہ شاہنشاہی کا حال لکھتے ہیں تو سوائے کلمات تحسین کے اور کچھ نہیں لکھتے اس کی پچاس برس دراز عہد حکومت میں کوئی ظالمانہ فعل بھی اس کے خلاف ثابت نہیں ہے۔ حتیٰ کہ ہندوؤں

ترجمہ لین پول صفحہ ۱۰۵-

کے ستانے میں بھی جو اس کی دینداری کا ایک جزو تھا ۔ سب کو تسلیم ہے کہ کوئی قتل یا جسمانی تکلیف رسانی نہیں پیش آئی[۵]۔

عالمگیر نے اپنی زندگی کا مقصد سلطنت کے جاہ و جلال شان و شوکت ناز و نعم کے بجائے صرف رعایا کی خدمت اور راحت رسانی قرار دیا تھا۔ وہ انتہائے پیری تک دربار میں کھڑے ہو کر عرضیاں لیتا تھا اور خود اپنے ہاتھ سے اپنا حکم لکھتا تھا۔ ڈاکٹر جیملی کیریری نے اٹھتر برس کی عمر میں عالمگیر کو دیکھا تھا وہ بیان کرتا ہے:۔

کہ وہ صاف و سفید ململ کی پوشاک پہنے ہوئے عصائے پیری کے سہارے امیروں کے جھرمٹ میں کھڑا ہوا تھا اور اسکی پگڑی میں بڑا اعلیٰ زمرد کا ٹنکا ہوا تھا۔ داد خواہوں کی عرضیاں لیتا جاتا تھا اور بلا عینک پڑھ کر خاص اپنے ہاتھ سے دستخط کرتا جاتا تھا اور اس کے ہشاش بشاش چہرے سے صاف مترشح تھا کہ وہ اپنی مصروفیت سے نہایت شاداں و فرحاں ہے[۶]۔

وہ دن میں دو تین دفعہ دربار عام کرتا تھا اور مطلق کسی کی روک ٹوک نہ تھی ادنیٰ سے ادنیٰ جو چاہتا تھا کہتا تھا اور عالمگیر نہایت توجہ سے سنتا تھا۔ مرزا کام بخش عالمگیر کا نہایت چہیتا بیٹا تھا۔ اس کے کوکہ پر قتل کا الزام قائم ہوا۔ عالمگیر نے حکم دیا کہ عدالت میں تحقیقات کی جائے کام بخش نے اسکی حمایت کی عالمگیر نے کام بخش کو دربار میں بلا بھیجا کام بخش اس کو بھی ساتھ لاتا تھا اور اپنے آپ سے جدا نہیں کرتا تھا عالمگیر نے حکم دیا کہ کام بخش بھی کوکہ کے ساتھ قید کیا جائے۔ چنانچہ اس حکم کی فوراً تعمیل ہوئی شاطبیوں مطابق ۱۰۸۶ھ میں حسن ابدال کے سفر میں عالمگیر نے ایک دن ایک باغ میں قیام کیا دیوار کے پیچھے ایک بڑھیا کا مکان تھا۔ بڑھیا کی ایک پن چکی تھی جس میں باغ سے پانی آتا تھا سرکاری آدمیوں نے پانی روک دیا اور پن چکی بند ہو گئی۔ عالمگیر کو خبر ہوئی اسی وقت پانی کھلوا دیا اور اس کو جیب خاص

---

[۵] ... ترجمہ تاریخ الفنسٹن مطبوعہ علیگڈھ صفحہ ۳۳۱ تا ... مآثر عالمگیری ...

[۶] مآثر عالمگیری صفحہ ۱۰۹، ۱۳۳، ۱۴۳، ... ۱۴ ... ۲

پر بیٹھا تو دو قاب کھانے کے اور پندرہ اشرفیاں شیخ ابو الخیر کو دیں کہ جاکر بڑھیا کو دو اور میری طرف سے معذرت کرو کہ افسوس ہمارے آنے کی وجہ سے تمکو تکلیف ہوئی تم معاف کرو صبح ہوئی تو پالکی بھیجکر بڑھیا کو بلوایا اور حرم میں بھیجا دریافت سے معلوم ہوا کہ بڑھیا کی دو بن بیاہی بیٹیاں اور دو بچے ہیں دو سو روپیہ عنایت کیے مستورات نے اسکو زر و جواہر سے مالا مال کر دیا دو تین دن کے بعد پھر بلوایا اور لڑکی کی شادی کے لئے دو ہزار روپیہ عنایت فرمائے بیگمات اور شہزادوں نے روپیہ اور اشرفیاں برسا دیں یہاں تک کہ چند روز کے بعد بڑھیا اچھی خاصی امیر ہوگئی۔ **ورشن** کے طریقے کو اس نے نہایت سختی سے بند کیا تھا۔ لیکن یہ اجازت دی کہ کوئی دادخواہ آئے تو اسکی عرضی رسی میں باندھکر اوپر پہنچا دی جائے۔

اس قسم کے سینکڑوں واقعات ہیں۔ لیکن ایک آرٹکل میں یہ تمام کارنامے سما نہیں سکتے عالمگیر[1] کے رقعات پڑھو ہر سطر میں نظر آتا ہے کہ کس تاکید کس اہتمام کس شفقت سے انصاف رسانی کے متعلق احکام اور فرامین بھیجا رہتا ہے اور دل سے لگی ہے کہ ایک شخص کا بھی بال بیکا نہونے پائے

(۹) تیموری سلاطین اگرچہ درحقیقت شخصی حکومت کے بہتر سے بہتر نمونے تھے لیکن حکومت کا

بادشاہ پرستی کو مٹانا

نظام تمام تر بادشاہ پرستی پر مبنی تھا۔ بادشاہ ایک وجود مافوق الفطرۃ ہے وہ خدا کا سایہ نہیں بلکہ خدا کا مظہر ہے۔ اکبر کی زیارت عبادت تھی اور ہر روز صبح کو وقت ایک گروہ کثیر یہ عبادت بجا لاتا تھا دربار میں بادشاہ کا علانیہ سجدہ کیا جاتا تھا شاہجہاں نے سجدہ بند کیا۔ لیکن زمین بوس قائم کیا کہ وہ سجدے کی دوسری صورت تھی۔ بادشاہ کے مصارف خور و نوش، لباس و پوشاک، سیر و سفر سب پر لاکھوں روپئے صرف ہوتے تھے اور سمجھا جاتا تھا کہ دنیا کے احکم الحاکمین کا یہ اصلی حق ہے۔ بادشاہ سے کوئی شخص بجز طریقہ عبودیت کے عرض معروض نہیں کرسکتا تھا۔ غرض آسمان پر کوئی اور خدا ہو تو ہو لیکن دنیا کا خدا بادشاہ ہی ہوتا ہے۔ اسی بنا پر تیمور کہا کرتا تھا کہ جس طرح آسمان پر ایک خدا ہے زمین پر بھی ایک ہی بادشاہ ہونا چاہیے۔ لیکن یہ طریقہ اسلام کے اصول کے برخلاف تھا اسلام نے

[1] رقعات عالمگیر کی تصحیح ردی

مساوات کا اصول قایم کیا تھا جس کی رو سے بادشاہ رعایا، امیر و غریب شریف و رذیل سب کا ایک درجہ ہے جو طریقہ تیمور کے عہد سے شاہ جہاں تک روز افزوں وسعت حاصل کرتا آیا تھا عالمگیر اس کو سرے سے بدل تو نہیں سکا لیکن نہایت کوشش کی کہ خدایانہ عظمت و جلال کا رنگ سلطنت کے چہرے سے اتر جائے۔

درشن کے طریقے کو بند کیا [illegible]ء میں درشن کا طریقہ یعنی جو لوگ کہ صبح کو بطور عبادت بادشاہ کا جمال مبارک دیکھنے آتے تھے اور جب تک زیارت نہیں کرتے تھے کچھ کھاتے پیتے نہ تھے اسکو قطعاً موقوف کر دیا[1]۔

شاعری کے عہدے کی تخفیف دربار میں شعرا مقرر تھے جو بادشاہ کی مدح لکھ کر لاتے تھے اور بادشاہ کو خدا کا ہمسر بتلاتے تھے ان کی بڑی بڑی تنخواہیں ہوتی تھیں اور ایک شخص سب کا افسر یعنی ملک الشعرا ہوتا تھا۔ اسی سنہ میں عالمگیر نے اس صیغہ کو بھی سرے سے بند کر دیا[2]

نذرانہ کا بند کرنا نوروز کے جشن میں تمام امرا بادشاہ کی خدمت میں بڑی بڑی نذریں پیش کرتے تھے بعض بعض نذروں کی تعداد کروڑ سے متجاوز ہو جاتی تھی جہانگیر ان نذروں کو نہایت تفصیل سے مزہ لیکر لکھتا ہے عالمگیر نے سنہ ۲۱ جلوس مطابق [illegible]ء میں یہ طریقہ موقوف کر دیا آثر عالمگیری میں صفحہ ۱۶۲ ہے بخشی الملک صفی خاں مخاطب شد کہ تا جشن موقوف کردیم پیشکش امیر الامرا واپس دہند و دیگر نوئیناں ہم نگذارند

تکلفات سلطنت کا ہٹانا دربار میں جس قدر تکلف اور ساز و سامان کیا جاتا تھا سب بند کر دیا۔ یہاں تک کہ چاندی کی دوات کے بجائے چینی کی دوات کا حکم دیا انعام کی رقمیں چاندی کی سینیوں میں لاتے تھے حکم دیا کہ سپر میں رکھ کر لائیں[3] زربفت وغیرہ کے خلعت بھی موقوف کر دیے دربار میں یہ خلاف ادب سمجھا جاتا تھا کہ کوئی کسی کو سلام کرے اسلیے صرف سر پر ہاتھ رکھ دیتے تھے [illegible]ء میں عالمگیر نے حکم دیا کہ اس طریقے کے بجائے لوگ معمولاً السلام علیکم کہا کریں[4]۔ عالمگیر نے مختلف موقعوں پر صاف صاف اپنے طریق عمل سے جتا دیا کہ بادشاہ ایک معمولی آدمی ہے اس کے حقوق

---

[1] قافی خان صفحہ ۲۱۲ حالات عالمگیری [2] قافی خاں [3] آثر عالمگیری صفحہ ۱۲۲ [4] آثر عالمگیری

عام لوگوں کے برابر ہیں ۱۶ جلوس مطابق ۸۲ھ میں عالمگیر بقر عید کی نماز کو جا رہا تھا واپسی میں ایک شخص نے لکڑی پھینک کر ماری جو عالمگیر کے زانو پر آ کر لگی گرز بردار اسکو گرفتار کر کے لائے عالمگیر نے کہا چھوڑ دو۔ ۲۵ جلوس میں جب وہ جامع مسجد سے واپس آ رہا تھا ایک شخص تلوار علم کئے ہوئے اس طرف سے دوڑا۔ لوگوں نے گرفتار کر لیا اور قتل کر دینا چاہا عالمگیر نے روکا اور آٹھ آنہ یومیہ اس کا روزینہ مقرر کر دیا (مآثر عالمگیری) یہ واقعہ کسی اور بادشاہ کے ساتھ پیش آتا تو مجرم کے ٹکڑے اڑا دیے گئے ہوتے

جیب خاص کے مصارف کا کم کرنا سلاطین سابق کے زمانہ میں بادشاہ کی جیب خرچ کے لئے کروروں روپے آمدنی کے علاقے مخصوص ہوتے تھے جن سے بادشاہ کے مصارف ادا ہوتے تھے۔ عالمگیر نے چند گاؤں اور چند نمک سار اپنے مصارف کے لیے مخصوص کر لیے تھے باقی کو بیت المال قرار دیا۔ اسکی زندگی بالکل سادی اور زاہدانہ تھی ٹورنیر نے اسکو ۱۶۶۵ء میں دیکھا تھا وہ لکھتا ہے۔

نحیف و نزار ہو گیا تھا اور اس لاغری میں اسکی روزہ داری نے اور فہا نہ کر دیا تھا۔

لین پول صاحب لکھتے ہیں:- اورنگزیب فرصت کے وقت کلاہیں بنایا کرتا تھا (۱) کلاہوں کا بنانا یقینی ہو یا نہیں لیکن اس قدر یقینی ہے کہ عالمگیر خود اپنے ہاتھ کی محنت سے اپنی خوراک بہم پہنچاتا تھا اور یہ سب باتیں اسی طرز عمل کے مٹانے کے لیے تھیں جس سے بادشاہ کا درجہ خدا کے قریب قایم کیا گیا۔ (۱۰) عالمگیر نے تعلیم اور درس و تدریس کو جس قدر ترقی دی تھی۔ ہندوستان میں کبھی کسی عہد میں تعلیمات کی ترقی نہیں ہوئی تھی ہر ہر شہر اور قصبہ میں تمام علما اور فضلا کے وظائف اور روزانے مقرر تھے جس کی وجہ سے مطمئن ہو کر تعلیم و تعلم میں مشغول رہتے تھے اس کے ساتھ ہر جگہ طالب علموں کے لیے وظائف مقرر تھے مآثر عالمگیری میں ہے:-

در جمیع بلاد و لعبارت اہل کشور وسیع فضلا و مدرسان را بہ وظائف لاالقدر از روزانہ و املاک خوشدل ساختہ برائے طلبہ علم۔ وجہ معیشت در خور حالت و استعداد مقرر فرمودہ اند صفحہ ۱۵۲۹

(۱) مآثر عالمگیری صفحہ ۹۲۵-

ندوۃ العلماء کی نمایش علمی میں جو بنارس میں قائم ہوئی تھی ہم نے کثرت سے سلاطین تیموریہ کے عہد کے فرامین بہم پہنچائے تھے۔ ان میں دو ثلث سے زیادہ عالمگیر کے فرامین تھے اور یہ کل فرامین کسی عالم۔ یا درویش کی جاگیر یا مدد معاش کے متعلق تھے اہل علم کے وظائف کے لئے جو فرمان ہم کو ہاتھ آتا تھا عموماً عالمگیر کے دربار کا ہوتا تھا۔ تمام ملک میں سرائیں۔ کاروانسرا مسافر خانے بنوائے اور اکثر اضلاع میں غلہ خانے قائم کئے کہ قحط کے وقت غربا کو مفت غلہ تقسیم کیا جائے

مذہبی حیثیت عالمگیر کو اگرچہ خلافت کا دعوےٰ نہ تھا تاہم وہ مسلمان بادشاہ تھا اور اس کا فرض تھا کہ وہ حکومت میں اس قدر اسلامی شان باقی رکھے جس قدر ایک اسلامی حکومت کے لئے اصل عنصر کے لحاظ سے ضروری ہے اکبر نے جس رنگ میں سلطنت کو رنگنا شروع کیا تھا اور جس کی یادگاریں شاہجہاں کے زمانہ تک بھی باقی تھیں وہ اگر قائم رہتا تو تیموری سلطنت ایک ہندو بن چکی تھی۔ اسلامی شعار بالکل مٹ گئے تھے عام دربار کا لباس گھیردار پاجامہ اور ہندوانی پگڑی تھی۔ راجاؤں کی طرح سلاطین زیور پہنتے تھے۔

دربار میں سلام وغیرہ کے بجائے سجدہ ماتھا ٹیکی رائج تھی یہ بے غیرتی اس قدر بڑھی کہ بے غیرت مسلمانوں نے ہندوؤں کو لڑکیاں دینی شروع کیں۔ چنانچہ اس کی تفصیل ہم اوپر لکھ آئے ہیں۔ عالمگیر نے عنان سلطنت ہاتھ میں لی تو اس کا یہ فرض تھا کہ اسلامی شعائر دوبارہ قائم کرے

تبدیل سنہ اس نے سب سے پہلے ۱۰۶۹ء میں یعنی تاریخ جلوس کے ایک ہی برس کے بعد سنہ شمسی کو جو پارسیوں کی تقلید سے قائم کیا گیا تھا قمری سے بدل دیا اگرچہ بظاہر ایک معمولی سی بات ہے۔ لیکن اسی قسم کی معمولی باتوں سے دنیا میں سینکڑوں قومیں بنیں اور فنا ہو گئیں

درشن کا طریقہ درشن کا طریقہ بالکل اہل اسلام کے مخالف تھا۔ اسلام کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اس نے انسان کو ہمیشہ انسان کے درجہ پر رکھا کبھی کسی انسان کی پرستش اور عبادت کی اجازت نہیں دی۔ لیکن درشن کا طریقہ صریح ایک قسم کی عبادت تھی۔ چنانچہ عالمگیر نے ۱۰۷۹ھ میں اسکو سرے سے بند کر دیا۔

سلام علیکم کا طریقہ ۱۰۸۲ھ میں سلام مسنون کا طریقہ جاری کیا اور حکم دیا کہ
عام طور پر مسلمان آپس میں ملتے جلتے وقت یہی طریقہ برتیں۔
گانا بجانا بھی دربار کا ایک لازمہ قرار دیا گیا تھا اور ہر روز ایک وقت معین تک دربار
شاہی رقص و سرود کا تماشہ گاہ بن جاتا تھا۔

گانا بجانا بند عالمگیر اگرچہ خود جیسا کہ مآثر عالمگیری میں بالتصریح لکھا ہے فن موسیقی کا ماہر
تھا لیکن قرابہر کے ساتھ گانا چونکہ شرعاً ممنوع ہے اور دربار شاہی کے بالکل برخلاف ہے۔ عالمگیر
نے اس صیغہ کو بھی بند کر دیا لوگوں نے اس پر ایک مصنوعی جنازہ نکالا۔ عالمگیر نے دیکھ کر کہا
ہاں مگر ایسا دفن کرنا کہ پھر نہ اٹھے۔

احتساب احتساب کا مستقل محکمہ قایم کیا اور صلاع میں محتسب مقرر کیے جن کا کام یہ تھا
کہ لوگوں کو منہیات اور ممنوعات سے باز رکھتے تھے اس محکمہ کے افسر ملا وجیہ الدین تھے

مساجد کا انتظام تمام ممالک میں جس قدر مسجدیں تھیں سب میں امام، موذن، خطیب مقرر
کیے جن کی تنخواہیں سرکاری خزانہ سے ملتی تھیں۔[۱]

فتاوی عالمگیری سب سے مقدم کام یہ تھا کہ شرعی مقدمات کے فیصلہ کے لیے کوئی ایسی جامع
و مانع کتاب فقہ کی موجود نہ تھی جس میں تمام مفتی بہ مسائل جمع کر دیے گئے ہوں اور جن سے ہر شخص آسانی
مسائل کا استخراج کر سکے عالمگیر نے تمام علماء و فضلاء کو جمع کر کے تصنیف کا ایک مستقل محکمہ قائم
کیا جس کے افسر **ملا نظام** تھے اس کام کے لیے شاہی کتب خانہ جس میں بیشمار کتابیں فراہم تھیں
وقف کر دی گئیں کئی برس لگاتار محنت کے بعد وہ کتاب طیار ہوئی جو آج عالمگیری کے نام
سے مشہور ہے اور عرب و روم میں فتاوے ہندیہ کہلاتی ہے باوجود اس کے علماء کی تنخواہیں کچھ
بہت زیادہ نہ تھیں چنانچہ ہم نے مآثر الامراء میں کسی کا روزینہ تین روپیہ سے زیادہ نہیں دیکھا
ہے۔ تاہم دو لاکھ روپیہ صرف ہو گئے۔ اس کتاب کا یہ خاص امتیازی وصف ہے کہ جو مسائل

[۱] مآثر عالمگیری صفحہ ۹۲۶ ۱۲

تمام کتب فقہ میں پیچیدہ الفاظ میں پائے جاتے ہیں - ان کو اس قدر آسان کر کے لکھا ہے کہ ایک بچہ تک سمجھ سکتا ہے -

تعلیم دینیات فقہ اور حدیث کی تعلیم کو نہایت رواج دیا - ایک ایک قصبہ میں مذہبی علماء علوم مذہبی کی درس و تدریس میں مشغول تھے اور ان کو سرکار کی طرف سے وظیفہ ملتے تھے خود بھی اوامر و نواہی کا نہایت پابند تھا عیش و نشاط کی مجالس میں کبھی شریک نہیں ہوا ایک عجیب بات یہ ہے کہ باوجود اس دینداری اور مذہبی وارفتگی کے وہ ظاہر پرست اور سریع الاعتقاد نہ تھا اس کی دینداری دیکھ کر شریف مکہ نے کئی دفعہ اپنے سفیر بھیجے اس پر عالمگیر کے رقعہ میں لکھا ہے

شریف مکہ معظمہ در ہندوستان دولت بسیار شنیدہ ہر سال برائے طلب نفع خود ایلچی می فرستد ایں پیلقان کہ می فرستیم برائے مستحقین ست بجہت او فکرے بجا باید نمود کہ بان جماعت برسد دو دست ایں تلف ربعنی شریف مکہ احق یاں نرسد -

ذاتی اوصاف شجاعت و بہادری - تیمور کے خون میں سب سے پہلے شجاعت کی گرمی کا اثر ڈھونڈتا چاہیے - عالمگیر اس وراثت کا سب سے بڑا حصہ دار ہے - تیمور کی نسل بابر سے شاہجہاں تک شجاعت اور بہادری کا مرقع ہے جس میں ایک دوسرے سے ممتاز نہیں نظر آ سکتا اکبر مست ہاتھیوں کو عین لڑنے کی حالت میں سونڈ پکڑ کر پیچھے ہٹا دیتا تھا - شاہ جہاں نے شہزادگی میں تلوار سے شیر مارا ہے لیکن عالمگیر کی شجاعت کے خط و خال اس موقع پر نمایاں تر ہیں وہ جب چودہ برس کا تھا تو ایک موقع پر جب شاہ جہاں ہاتھیوں کی لڑائی کا تماشا دیکھ رہا تھا ایک ہاتھی فوج کی طرف ٹوٹ پڑا اور بطلع صاف تھا - لیکن عالمگیر پہاڑ کی طرح اپنی جگہ سے نہ ہلا اور ہاتھی سے معرکہ آرا ہوا ہاتھی نے اس کے گھوڑے کو سونڈ میں پکڑ کر دور پھینک دیا عالمگیر لوٹ پوٹ کر اٹھا اور بڑھ کر ہاتھی پر تلوار ماری - اس معرکہ کو تمام مورخین نے تفصیل سے لکھا ہے ابو طالب کلیم ملک الشعراء شاہجہاں اس موقع پر موجود تھا اس نے اس واقعہ کو نظم کر دیا ہے - چنانچہ چند اشعار ہم اس موقعہ پر نقل

لہ مآثر عالمگیری خاتمہ ملہ مآثر عالمگیری صفحہ ۵۲۵ ملہ مآثر عالمگیری خاتمہ - ۱۲

کرتے ہیں ۔

به مہمانئ گوش ارباب ہوش ‌‌ ‌ یکے قصہ دارم به من دار گوش

ز مردم من این نقل نشنیده ام ‌‌ ‌ من از دل شنیدم دل از دیده ام

چو آراید این قصہ ہنگامہ را ‌‌ ‌ شمارند افسانہ شہنامہ را

صباحے شہنشاہ گیتی فروز ‌‌ ‌ شہ معدلت گستر ظلم سوز

به ورزش در آمد چو خور بر سپہر ‌‌ ‌ جہاں از رخش غرق انوار مہر

خلائق چو بعد از زمیں بوس شاه ‌‌ ‌ گرفتند در خورد خود جائے گاه

به فیلان جنگی چو نوبت رسید ‌‌ ‌ دران عرصہ آمد قیامت پدید

فتادند فیلان جنگی بہم ‌‌ ‌ پے جنگ خرطوم ہا شد علم

و دید از قضا را دو فیل از سبب ‌‌ ‌ یکے سوئے شہزادہ اورنگ زیب

به مردی ز جا یک سر مو نہ شد ‌‌ ‌ ز راه جبیں سیل یک سو نہ شد

یکے نیزهٔ برق ساں یافتہ ‌‌ ‌ نظر از رگ غیرتش یافتہ

ز قدرت چناں ضربہ پیشانیش ‌‌ ‌ کہ جست از قفا برق رخشانیش

در آں کوه پیکر نہاں شد سناں ‌‌ ‌ دگر بار در رفت آہن به کاں

ز خرطوم انداخت پیچاں کمند ‌‌ ‌ فتاد اسپ شہزاده در پیچ بند

گرفت اسپ شہزاده بروے سوار ‌‌ ‌ ز بیم آب شد زہرهٔ روزگار

بیفشرد بر اسپ دنداں کیں ‌‌ ‌ برآمد خروش از زمان و زمیں

چو در اسپ ساماں جولاں ندید ‌‌ ‌ چو شہباز سے از خانهٔ زیں پرید

بماندم کہ در خاک پا افشرد ‌‌ ‌ رواں دست جرأت به شمشیر برد

علم کرده شمشیر بروے دوید ‌‌ ‌ کزاں سوئے فیل ضمیمش رسید

چو بتود پسندید پر دلاں ‌‌ ‌ کہ گیرد یکے را دو تن درمیاں

زروئے مروت از دوست داشت   بہ بیکا پیل علیمش گذاشت

شاہ جہاں یہ رد و بدل خود دیکھ رہا تھا۔ ہاتھی ہٹا تو عالمگیر کو بلا کر سینے سے لپٹا لیا اور اس پر موتی اور روپے نچھاور کیے۔

دارا شکوہ کی جنگ میں وہ ۲۵-۳۰ ہزار سے ایک لاکھ سوار اور بیس ہزار پیدل فوج کے مقابلے میں معرکہ آرا ہوا ہے اور جب گھمسان کی لڑائی شروع ہوئی تو اُس کے ساتھ صرف ایک ہزار آدمی رہ گئے تھے اُس وقت اُس نے جو شجاعت ظاہر کی ہے اسکو لین پول ان الفاظ میں لکھتا ہے:۔

جنگ کی یہ نازک حالت ہو گئی تھی اور قریب تھا کہ اورنگ زیب کو ہزیمت ہو کیونکہ اس کے چیدہ سے چیدہ رسالے پسپا ہو چکے تھے اور وہ تنہا کھڑا ہوا تھا اور مشکل سے ایک ہزار آدمی اُس کے گرد ہوں گے اور ان کو بھی دارا کے حملوں کا انتظام نہ تھا اس کی زیادہ مستقل رستمانہ شجاعت کی کبھی جانچ نہ ہوئی ہوگی لیکن اورنگ زیب کے بدن میں بجائے پٹھوں کے فولاد کے تار تھے۔ صرف اورنگ زیب کی شجاعت تھی جس نے ایک ہار کو ایک لاکھ پر فتح دی۔

عالمگیر کی اس جرات انگیز شجاعت اور اس تعجب خیز عزم ثبات کو کمزوری مصائب سفر تو اتر حوادث کوئی چیز کم نہ کر سکی۔ ۱۱۱۶ھ (۱۷۰۴ء) میں جب بمقام ..... مرہٹوں نے ایک سرنگ اڑائی اور فوج میں بربادی پھیلی تو یہ بیاسی برس کا بوڑھا شہنشاہ جھٹ گھوڑے پر چڑھ کر مقام حادثہ پر پہنچا آدمیوں کی لاشوں کا ڈھیر لگ گیا اور چاہتا تھا کہ حملہ کی سرداری خود کرے۔ لیکن بڑی دقت سے اسکو اس ارادے سے باز رکھا گیا اب بھی وہ وہی سانا گڈہ کا ..... تھا جس نے اپنے ہاتھی کے پاؤں میں بیڑیاں ڈلوا دی تھیں۔ یہ لین پول کے الفاظ ہیں۔ خافی خان اس واقعہ کو ان الفاظ میں لکھتا ہے:۔

چوں دانستند کہ مبارزان قلعہ کشا ..... حوصلہ باختہ اند خود بدولت بر اسپ سوار شدہ

بر سر کار آمدہ فرمودند کہ لاش مردہ ہا راہم فراہم آوردہ سیبہا را سپر تیر بلا ساختہ ۔ قدم یورش پیش گذارند چون در مردم اثر صرفہ شنیدن مشاہدہ خود نارسا نمتند خود ۔ بذات شریف پیش قدم بہادران جاں نثار گردند ارکان سلطنت بہ الحاح وتضرع ازیں جرات مانع آمدند۔

یہ وقت تھا کہ ہزاروں آدمی سرنگ کے اڑنے سے برباد ہو گئے تھے اور فوج نے حملہ کرنے سے بالکل انکار کر دیا۔ عالمگیر کے عزم وثبات کی تصویریں سینکڑوں موقعوں پر مل سکتی ہیں جن میں ایک یہ بھی ہے کہ جب وہ شاہزادگی کے زمانے میں بلخ کی مہم پر گیا تھا اور عبدالعزیز خاں سے معرکہ آرا تھا تو عین حالت جنگ میں نماز ظہر کا وقت آگیا۔ دشمن کی فوجیں چاروں طرف سے تیر برسا رہی تھیں۔ یہ استقلال کا دیوتا گھوڑے سے بکمال متانت اترا، صف قائم کی، سکون واطمینان کے ساتھ فرائض ونوافل ادا کیے۔

عبدالعزیز خاں یہ حیرت انگیز سماں دیکھ کر لڑائی سے ہٹ گیا کہ ایسے شخص سے لڑنا تقدیر سے لڑنا ہے۔[1]

الفنسٹن صاحب کی زبان سے عالمگیر کی تعریف میں ایک لفظ بھی نکلنا عالمگیر کی قسمت کی یاوری ہے تاہم صاحب موصوف نے عالمگیر کے استقلال کا ایک جدا عنوان قائم کیا ہے جس میں تفصیل سے واقعات لکھے ہیں۔ اور ان پر سخت حیرت ظاہر کی ہے ہم طول کے لحاظ سے قلم انداز کرتے ہیں۔

فوج کے سب سے دلاور سپاہی بارہ کے سادات گنے جاتے تھے اور اس میں شبہ نہیں کہ تیموریوں کو اکثر معرکے انہی سے سر ہوئے ہیں ایک موقع پر ان سب لوگوں نے درباریوں سے خانہ جنگی کی۔ عالمگیر نے حکم دیا کہ قاضی کے محکمہ میں یہ مقدمہ پیش ہو۔ سادات نے کہا کہ ہم اپنا فیصلہ خود کر لیں گے۔ عالمگیر نے اسیقدر کہلا کر کہا کہ جو لوگ میری تلوار کا مزہ چکھ چکے ہیں وہ شریعت کے حکم کے مقابلے میں ایسے الفاظ نکالتے ہیں۔ کہہ دو سب مل کر آئیں۔ یہ کہکر حکم دیا کہ پہرے وغیرہ پر جس

---

[1] مآثر عالمگیری صفحہ ۵۲ ۔ [2] مآثر عالمگیری صفحہ ۲۱ه ۔ ۱۲

فقد سادات بارہ ہیں سب برطرف کر دیے جائیں۔ سادات کا وہ تمام غرور جاتا رہا

شہزادہ اکبر نے جب بغاوت کی ہے اور ستر ہزار راجپوتوں کو لیکر قریب آگیا تو عالمگیر کے ساتھ صرف ایک ہزار فوج تھی باقی فوجیں نہایت دور دراز مقامات پر تھیں لیکن عالمگیر کی جبین استقلال پر شکن تک نہ پڑی اور بالآخر وہ خود پسپا ہوکر چلا گیا۔

شہزادہ اعظم شاہ جس کی دلیری اور بہادری کا تمام ملک میں سکہ بیٹھا ہوا تھا اس کے ساتھ جو معاملہ گذرا عام طور پر مشہور ہے جس کا یہ اثر تھا کہ اس کے بعد جب عالمگیر کا خط آتا تھا تو شہزادہ کا رنگ زرد پڑجاتا تھا اس قسم کے بیشمار واقعات ہیں جن کا شمار نہیں ہوسکتا۔

عالمگیر تیغ و قلم دونوں کا مالک تھا اس کی انشاپردازی کی داد مخالفوں تک نے دی ہے۔ اسکے رقعہ باوجود اس کے کہ واقعات کا ذخیرہ نقصہ طلب جوابوں کا مجموعہ اور جغرافیانہ اطلاعوں کی یادداشت ہیں۔ تاہم ادائی مطلب کی قدرت، عبارت کی سادگی فقروں کی ہمواری، مطلب کا اختصار پہلو بہ پہلو چلے۔ دلنشین ترکیبیں نہایت حیرت انگیز ہیں۔ یہاں تک کہ اردو کے سب سے بڑے انشاپرداز مولوی محمد حسین آزاد کو بھی بادل ناخواستہ تعریفی جملے لکھنے پڑے[۵۵]۔

---

[۵۵] مولانا آزاد لکھتے ہیں۔ عالمگیر نے دل معتدل اور زبان قادر البیان پائی تھی اسائے اپنے فرمان اور خطوط آپ لکھتا تھا یا سامنے لکھواتا تھا۔ کاغذات پر خود حکم چڑھاتا تھا۔ ۵۰ برس سلطنت کر کے ۱۱۱۸ھ میں فوت ہوا ہے۔ اسکی تحریر دیکھ کر تعجب آتا ہے کہ جسطرح اورنگ سلطنت زیر قدم رکھتا تھا اسیطرح کشور سخن بھی زیر قلم۔ دیکھو اسکے چھوٹے چھوٹے فقرے ملکرانی کے پیچ میں الجھے ہوئے ہیں مگر عبارت صاف ہے اور لفظ لفظ میں محاورہ کا نمک دیا ہوا ہے تمام انتظامی باتیں اور اکثر اخلاقی نصیحتیں ہیں کہ تاثیر میں ڈوبی ہوئی ہیں اسکی تحریر کو گلستاں سے تشبیہ دوں تو مضائقہ نہیں۔ اتنا فرق ہوگا کہ گلستاں کے خیالی مضامین ہیں اور اسکی حالی عبارت اسکی صفتیں پڑھنے میں سہل ہوائی ہی

عالمگیر کے رقعات سے انشاپردازی کے علاوہ اس کی وسعت معلومات مسائل دینیہ کی اطلاع عام - باخبری - خوش مذاقی اور حسن انتخاب کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔

عالمگیر کے عام اخلاق وعادات یہ تھے کہ نہایت سنجیدہ اور متین تھا کبھی نامناسب لفظ اس کی زبان سے نہیں نکلتا تھا - نہایت رحیم اور وسیع النظر تھا - اہل کمال کا نہایت قدر دان تھا - لوگوں سے نہایت اخلاق سے پیش آتا تھا - نہایت خشک زاہدانہ زندگی بسر کرتا تھا - لہو ولعب کی باتوں سے قطعاً محترز تھا - تم کو حیرت ہوگی کہ ان کمالات کا شخص اس قدر کامیاب کیوں نہ ہوا جس قدر ہونا چاہیے تھا اس کی چند وجہیں ہیں -

(۱) اس کی اولاد لائق نہ ہوئی - اس کا جانشین بہادر شاہ دوپہر چڑھے دن کو سو کر اٹھتا تھا اس سے اس کے اوصاف کا اندازہ ہو سکتا ہے - (۲) باوجود ان تمام خوبیوں کے عالمگیر میں یہ بڑا عیب تھا کہ وہ اپنی ذاتی شجاعت اور استقلال کی وجہ سے کسی کو خاطر میں نہیں لاتا تھا اور اس وجہ سے کسی کو وہ اپنا دوست نہیں بنا سکا (۳) مرہٹوں کے تعاقب میں اسنے زیادہ از ضرورت اپنی کوشش صرف کی -

(۴) مزاج میں نہایت کفایت شعاری تھی - یہ وصف حضرت عمر فاروق کے جانشین کے لئے گو موزوں ہے - لیکن شاہ جہاں کے تخت پر بیٹھنے کے کام نہیں آسکتا تھا - غرض عالمگیر کی جو تصویر اسکے مخالفوں نے کھینچی ہے اہیں تو تمام تر تعصب وعداوت کا رنگ بھرا گیا ہے لیکن یہ کہنا بھی بالکل مبالغہ ہے کہ وہ انسانی کمزوریوں سے پاک تھا -

باوجود ان تمام خوبیوں کے جو ہمیں یقین ہم تیموری سلاطین کی فہرست میں وہی درجہ اسکو دے سکتے ہیں جو اس کو ترتیب شمار کی رو سے حاصل تھا - تاہم عالم اسلامی دنیا میں اس کے بعد آج تک کوئی اسکی برابر کا شخص پیدا نہیں ہوا -

تمت

مولانا شبلی النعمانی رحمۃ اللہ علیہ کی تالیفات

سفرنامہ روم و مصر و شام - میں علاوہ مولانا موصوف الصدر جنمیں علاوہ اُن دلچسپ جزئی واقعات کے ہر شہر کی عام اجمالی حالت - قابل دید مقامات مشہور عمارات - سررشتہ تعلیم - دار العلوم اور مدارس - بورڈنگ اور طلباء کی تربیت - تعلیم نسواں مصنفین اور تصنیفات - کتب خانے اخبارات اور رسالے - مشہور پاشاؤں اور ارباب کمال کی ملاقات - ترکوں اور عربوں کے اخلاق و عادات کو بتفصیل لکھا ہی - آخر میں ان الفاظ مولدہ کی مختصر سی فرہنگ ہی جو آجکل مصر و شام میں مستعمل ہو گئے ہیں اور جن کے نہ جاننے کی وجہ سے لوگ عربی اخبارات سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے قیمت ڈیڑھ روپیہ ؏ علاوہ محصولڈاک

مثنوی صبح امید - یہ کتاب ایک نہایت عمدہ نیچرل نظم امید کی حالت پر لکھی گئی ہی قیمت ۲/

بزم آخر اجڑنے والی دلی شہر کی آخری بہار جسنے دیکھی - اُس کے کلیجہ پر بس سانپ لوٹتا ہی مسلمانوں اور مغل امپائر کا چراغ جس آنکھ نے آخری وقت جھلملاتا دیکھا ہو اور پھر اس کا گل ہونا بھی نظر سے گذرا ہو وہی اصلی رنج والم سے بے اختیاری کے دو آنسو اس پر بہا سکتا ہی - منشی فیض الدین صاحب اُن لوگوں میں سے تھے جنہوں نے دہلی کے لال قلعہ کی آخری گھڑیاں دیکھیں اور پھر غدر ۵۷ء کی بربادی بھی آنکھوں کے سامنے سے گذری پس اُن کا کچھ لکھنا اور موثر زبان میں لکھنا ظاہر ہے کہ کس قیامت کا ہوگا - بزم آخر ان ہی کی تصنیف ہی جسمیں مغلوں کے آخری دو بادشاہوں یعنی اکبر ثانی اور بہادر شاہ کے ایام کی ہو بہو تصویر دکھائی ہے - قلعہ دہلی اور آخری دونوں بادشاہوں کی تمام خانگی اور ظاہری زندگی کو اصلی شان سے دکھایا گیا ہے - کتاب نہایت دلچسپ اور عبرت خیز ہی ہر شخص اسکے مطالعہ سے لطف و اثر حاصل کر سکتا ہی - قیمت ایک روپیہ (عہ) علاوہ محصولڈاک

ملنے کا پتہ

منشی قربان علی - شاہجہانی پریس - کٹڑہ گوکل شاہ زیر جامع مسجد دہلی

کتب متفرقات

حرز حقانی بجواب حربۂ قادیانی منشی احمد حسین
صاحب فرید آبادی نے حربۂ قادیانی میں ۵۵
سوالات کئے تھے جنکے مفصل اور مدلل جوابات
حرز حقانی میں دیئے گئے ہیں۔ اسکے مصنف مولوی
عبدالمجید خانصاحب قصوری ہیں۔ آخر میں مولوی
صاحب موصوف نے بھی حرز حقانی میں قادیانی
جماعت سے ۵۵ سوال کئے ہیں جو صاحب اس
قسم کے مذہبی مباحثات میں دلچسپی رکھتے ہیں انکو
خصوصاً اور دیگر حضرات کو عموماً حرز حقانی کے
مطالعہ سے مفید و معقول معلومات حاصل ہو سکتی
ہیں۔ قیمت چار آنہ۔ علاوہ محصولڈاک۔

دیوان فضل علی۔ از قدوۃ السالکین
زبدۃ العارفین جناب سید شاہ فضل علی صاحب
جھجری نوراللہ مرقدہ۔ اس دیوان میں شاعرانہ
نازک خیالی۔ عروض قوافی کی پابندی تو نہیں ہے
مگر شاعر نے تصوف اور وحدانیت کا اظہار اپنی زبان
میں خوب کیا ہے یہ وہ بزرگ ہیں جنکا عرس ماہ صفر
میں بمقام جھجر سالانہ ہوتا ہے۔ قیمت سات آنہ
علاوہ محصولڈاک۔

صد پارۂ دل یعنی تذکرہ مشاہیر عالم
مولفہ مولوی عبدالحلیم صاحب شرر لکھنوی جسمیں
مندرجہ ذیل سوانحعمریاں درج ہیں۔ خلیفۃ ناصر الدین
اللہ۔ ابن بطوطہ۔ زبیر ابن عوام۔ عبداللہ ابن زبیر
بقراط۔ مانی۔ جالینوس۔ سائدین۔ واثقی۔ عزالدین
حسین۔ سبا طائی۔ سیبوی۔ حاتم طائی۔ محمد بن
تومرت المہدی المغربی۔ جبلہ بن ایہم۔ ابو عثمان
سعید بن مسیح۔ دمشق جامع بنی امیہ۔ سب کے جدا
جدا تاریخی حالات درج ہیں۔ قیمت حصہ اول
سوا روپیہ۔ علاوہ محصولڈاک۔ **ایضاً حصہ دوم**
اسمیں حسب ذیل سوانحعمریاں درج ہیں۔ ابوالاسود
دولی۔ احمد بن طولون۔ عمرو بن معدی کرب۔ سیدی
نابغہ زبیانی۔ ابوالضحاک۔ ہمسونہ ابن قراقر
شلمغا۔ الحکم المستنصر۔ محمد ابو عبداللہ ازرقیہ۔ مقداد
بن مغیرہ حجاج۔ دمشقی مہدی مسجد قصی۔ سکندر اعظم
قیمت سوا روپیہ۔ علاوہ محصولڈاک۔

بزم آخر۔ قلعہ دہلی اور آخری بادشاہ کی
تمام خانگی اور ظاہری زندگی کو اصلی شان سے
دکھایا گیا ہے۔ قیمت ایک روپیہ۔ علاوہ محصولڈاک۔

ملنے کا پتہ:۔ منشی قربان علی۔ شاہجہانی پریس۔ کڑہ گوکل شاہ دہلی